

قرآن و حدیث سے مذہب صحیح

# مذہب حنفی کی تائید و ترویج

تصنیف

محدث و فقیہ ابوالمظفر جمال الدین یوسف بغدادی رحمۃ اللہ علیہ  
معروف بہ سبط ابن جوزی  
(ت ۶۵۲ھ)

تقدیم و تحشیہ

شیخ محمد زاہد لکوٹری

ترجمہ

عالمہ محترمہ شگفتہ نسرین امجدی  
(زوجہ مفتی زاہد ازہری)

تحقیق، تصحیح، تقدیم

شاہ ولی اللہ مفتی زاہد احمد امجدی مصباحی  
(فاضل جامعہ ازہر مصر)

کتاب محل



الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح

قرآن و حدیث سے مذہب صحیح

# مذہب حنفی کی تائید و ترجیح

تصنیف

محدث، فقیہ ابوالمنظف جمال الدین یوسف بغدادی رحمہ اللہ

معروف بہ سبط ابن جوزی (ت ۶۵۲ھ)

تقدیم و تحشیہ

شیخ محمد زاہد الکوثری

ترجمہ

عالمہ مفتیہ محترمہ شگفتہ نسرین امجدیہ  
(زوجہ مفتی ازہارا مجدی)

تحقیق، تصحیح، تقدیم

شہزادہ فقیہ ملت

مفتی ازہارا احمد امجدی مصباحی

فاضل جامعہ ازہر مصر

کتاب محل

11-288107

جملہ حقوق محفوظ

2017  
55

159193

مذہب حنفی کی تائید و ترویج

کتاب سرا

جمال الدین یوسف بغدادی (سبط ابن جوزی)

تصنیف

شیخ محمد زاہد الکوثری

تقدیم و تحشیہ

مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی

تحقیق، تصحیح، تقدیم

عالمہ مفتیہ محترمہ شگفتہ نسیرین امجدیہ

ترجمہ

1437ھ/2016ء

تاریخ اشاعت

112 صفحات

ضخامت

220 روپے

قیمت

## کتاب محل

در بار مارکیٹ، لاہور

0321-8836932

نئی پرانی، عربی، فارسی، اردو، انگریزی کتب کا مرکز  
ادارے کے پاس 100 سالہ پرانے نسخہ جات دستیاب ہیں

اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کے لیے رابطہ فرمائیں  
مسودہ دیں، تیار کتاب لیں

## فہرست

6	شرفِ انتساب
7	تاثرات
9	تقدیم
17	مقدمہ
20	آغازِ کتاب
22	پہلا باب
	محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تعریف و توثیق اور ان کا آپ سے روایت کرنے کا بیان
22	محدثین کا امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت اور ان کے ذریعہ آپ کی توثیق
23	محدثین کا امام اعظم رحمہ اللہ کی تعریف
28	دوسرا باب
	بعض محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ پر جرح و قدح اور ان کے جوابات کا بیان
31	تیسرا باب
	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب کا مختصر بیان

ظان بن ابی ہاشم

۲۲۵/۱

- 34 چوتھا باب  
امام اعظم رحمہ اللہ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات اور  
ان سے روایت کا بیان
- 43 پانچواں باب  
دوسروں پر امام اعظم رحمہ اللہ کی فضیلت کا بیان
- 48 چھٹا باب  
امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو دوسرے مذاہب پر فضیلت کا  
بیان
- 49 ساتواں باب  
امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرنا والی و امام کے لیے احوط اور  
امت سے حرج کو دور کرنے میں ادفع ہونے کا بیان
- 49 امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والیوں کے لیے احوط ہونے کا بیان
- 51 امام اعظم کا مذہب امت سے حرج کو زیادہ دفع کرنے والا ہونے کا بیان
- 53 آٹھواں باب  
امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن مجید اور سنت صحیحہ پر عمل کرنے اور دوسرے  
ائمہ کا ان دونوں کی مخالفت کرنے کا بیان
- 53 امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن پاک پر عمل
- 57 امام اعظم رحمہ اللہ کا سنت نبویہ صحیحہ پر عمل
- 57 کتاب الطہارات
- 69 کتاب الصلاة
- 87 کتاب الزکاة
- 88 کتاب الصوم
- 90 کتاب الحج

92	کتاب الشفعة
93	کتاب الاجارة
94	کتاب النکاح
99	کتاب الطلاق
100	کتاب اللعان
102	کتاب القصاص
103	کتاب القسامة
105	کتاب الحدود
107	کتاب السير
108	کتاب الصيد
109	خاتمه
110	مراجع و مصادر



## شرف انتساب

نہایت ہی صداقہ و احترام کے ساتھ فقہ حنفی کے متعلق میں اپنی اس اہم کاوش کو اپنے خسر حضور فقیہ ملت حافظ وقاری الحاج مفتی جلال الدین احمد امجدی نور اللہ مرقدہ اپنی ساس مخدومہ حسیب النساء اطال اللہ عمرہا، اپنے مشفق، والد بزرگوار، عالی جناب ظفر احمد اعظمی اور مشفقہ، والدہ محترمہ انوری بانورام ظلہما جن کی تربیت نے مجھے اس لائق بنایا کہ میں بھی دین متین کی خادمہ بننے کی کوشش کر سکوں، ان کی طرف اس اہم کاوش کو منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہوں، نیز میں ان کے لیے قرآن مقدس کے فرمان عالی شان کے مطابق بے شمار مرتبہ دعا گو ہوں:

﴿رَبِّ اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا﴾

ترجمہ: ((اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا)) (کنز الایمان)

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم و علی آلہ و أصحابہ  
أجمعین و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

أفقر إلى الله

شگفتہ نسرتین امجدیہ غفر لہما



## تاثرات

استاذ العلماء جانشین شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج

غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ مدظلہ

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول

براؤں شریف، سدھارتھ نگر

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

اللہ ورسول جل و علا و صلی المولیٰ علیہ وسلم کا لاکھ لاکھ کرم ہے کہ اس نے ہمیں مذہب اسلام کی دولت بخشی، ہمیں مذہب سنی و حنفی بنایا اور شرائع و احکام میں سراج الامۃ حضرت امام اعظم کے تقلید و اتباع کی سعادت بخشی۔ امام اعظم کا مذہب قرآن و حدیث کی گہرائی میں اتر کر احکام شریعت کے لعل و گہر کا اخذ کیا ہوا ایسا قیمتی ذخیرہ ہے جس کی آب و تاب سے اہل نظر کی نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں، ان کا اپنے مذہب کے بارے میں یہ قول: ”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ شہرہ آفاق ہے اور اس قول محکم کی تائید میں اس دور میں برصغیر میں مذہب حنفی کے سب سے بڑے داعی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتاب مستطاب ”الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ شاہد عدل ہے۔ اسی نوع کی محدث فقیہ ابو المنظر جمال الدین یوسف بغدادی کی مشہور تصنیف

”الانتصار و الترجیح للمذہب الصحیح“ اپنے باب میں قابل قدر تصنیف ہے۔  
 فقیہ ملت کے فرزند مولانا ازہار احمد امجدی سلمہ کی اہلیہ نے زیر نظر کتاب کا سلیس اردو  
 میں ترجمہ کر کے ایک بڑی قابل تحسین کوشش کی ہے۔ امور خانہ داری کی مصروفیات کے  
 ساتھ علمی خدمت کے لئے موقع نکال لینے سے اس گھرانے کے علمی ماحول کا اثر صاف  
 ظاہر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں عزیزہ محترمہ عالمہ شگفتہ نسرین سلمہا اور ان کے خاوند مولانا مفتی  
 ازہار احمد امجدی سلمہ دعاؤں کے ساتھ بجا طور پر تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

ع اللہ کرے زور قلم اور ہوزیادہ

پروردگار اس تصنیف کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت اور اہل سنت کو اس سے فیض  
 منفعت عطا فرمائے۔ آمین!

غلام عبدالقادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول

ناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۶ء



## تقدیم

از ہزار ازہری غفرلہ  
خادم درس و افتاء: مرکز تربیت افتاء، اوجھان گنج، بہستی

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
حامدا و مصلیا و مسلما

الحمد للہ اس کتاب کا منظر عام پر آنا بھی جامعہ ازہر شریف ہی کی برکت ہے، اس عالمی اسلامک یونیورسٹی میں حصول علم کے دوران مصر کے مشہور کتب خانہ 'المکتبة الأزهرية' سے طبع شدہ کتاب 'الانتصار و التوجیح' پر نظر پڑی، مطالعہ سے مذہب حنفی کی حقانیت مزید ابھر کر سامنے آگئی، پھر دل میں خیال گزرا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے؛ تو ان شاء اللہ مذہب صحیح، مذہب حنفی کے دلائل و براہین کا قوی تر ہونا بہت سارے علما اور مدارس کے طلبہ پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا، اور دلوں کا ایک گونہ اضطراب جو عموماً طلبہ اور خصوصاً بعض علما کے درمیان پایا جاتا ہے وہ بھی دور ہو جائے گا، دو چند سالوں سے ارادہ یوں ہی بنا رہا مگر اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

اب جب کہ میں تقریباً دس مہینہ پہلے ازدواجی زندگی سے منسلک ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت بشکل عالمہ مفتیہ شگفتہ نسرتین امجدی غفر لہا، خریج کلیۃ البنات الامجدیۃ کی شکل میں امجدی منزل میں اتاری؛ تو میرا ارادہ و خواب شرمندہ تعبیر

ہوتا ہوا نظر آیا، آپ نے میری فکر و شعور کا ساتھ دیتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ گھر کی دیگر ذمہ داریاں، حسن اخلاق، صلہ رحمی، اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ بڑی محنت و لگن اور بحسن و خوبی انجام دیا، ان سے امید قوی بلکہ یقین ہے کہ آئندہ پوری زندگی یوں ہی دینی خدمات انجام دینے میں میرا بھرپور ساتھ دیتی رہیں گی، اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید اضافہ فرمائے، اور مزید حسن اخلاق، صلہ رحمی کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ دینی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے، خصوصاً تحریری خدمات پیش کرنے میں بے مثال بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام لتسلم۔

میں نے اس کتاب کی تزئین کاری میں کچھ وقت دیا ہے، وہ تزئین کاری کچھ یوں ہے:

(۱) ترجمہ نگاری کس قدر اہم اور ذمہ داری کا کام ہے یہ ہر ذی علم پر روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہے، جو عالم و طالب علم اس فن کا خوگر ہو اس کے لیے بھی دقت طلب ہے، اور اگر عالم یا طالب علم نے ترجمہ کرنے کی ممارست نہ کی ہو؛ تو ترجمہ نگاری اس کے لیے دشوار تر ہے، اور اگر عالم یا طالب ہو؛ تو اس دشواری میں مزید اضافہ ہوتا ہوا نظر آئے گا؛ کیوں کہ اس کے متعلق مدارس کی زبوں حالی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، مگر الحمد للہ مفتیہ شگفتہ نسرین زید مجد ہانے ترجمہ نگاری کی ممارست نہ کرنے کے باوجود بھی اپنی اس پہلی کتاب کا ترجمہ بہت اچھا اور عمدہ کیا ہے، چوں کہ عموماً مدارس کے طلبہ و طالبات کو لفظی ترجمہ ہی کا خوگر بنایا جاتا ہے؛ اس لیے یہ ترجمانی ان کے ترجمہ میں بھی پائی گئی جس کو میں نے مفہوم کی ترجمانی میں بدل دیا تاکہ قارئین کو پڑھنے و سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے، اور حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ قارئین کو یہ نہ لگے کہ وہ فقط ترجمہ پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا لگے کہ وہ کوئی مستقل کتاب پڑھ رہے ہیں۔

(۲) بحیثیت انسان سوائے انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام کسی سے بھی خطا واقع ہو سکتی ہے، مفتیہ شگفتہ نسرین امجدی زید مجد ہا سے بھی بحیثیت انسان ترجمہ میں بعض غلطیاں ہو گئی تھیں جن کی میں نے اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے، امید ہے کہ آئندہ وہ کسی

کتاب کے ترجمہ میں اصلاح شدہ باتوں کا ضرور خیال رکھیں گی۔

(۳) میں نے علمی پیرائے کا لحاظ کرتے ہوئے اس کتاب میں موجودہ احادیث کی تخریج

کر دی ہے، کتاب، باب، جلد، صفحہ، حدیث نمبر ذکر کرنے کا التزام کیا ہے۔

(۴) کتاب 'الانتصار' میں حدیث کے الفاظ اگر کتب متون سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور

معانی ایک ہی ہیں؛ تو میں نے 'الانتصار' کے الفاظ بدل دیا ہے اور تخریج حدیث میں

اس کی وضاحت نہیں کی ہے، ہاں اگر معنی میں فرق ہے یا زیادہ تبدیلی ہے؛ تو میں

نے تخریج حدیث میں اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۵) اخیر میں مراجع کی فہرست ان کے مطابح اور دیگر ضروریات کا ذکر کر دیا ہے، جو ان

شاء اللہ طلبہ کے لیے مفید ہوگی۔ ان تمام کوششوں کے باوجود بھی اس کوشش میں کچھ

کمی یا غلطی ہو سکتی ہے؛ لہذا قارئین کرام اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں؛ تو چوں و چرا کے

بجائے آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

(۶) علامہ زاہد کوثری علیہ الرحمہ نے اس کتاب پر حاشیہ لکھا تھا، جو حاشیہ بہت ضروری تھا

میں نے اس کا ترجمہ بھی کر دیا ہے، اور حاشیہ کی عبارت اصل عبارت سے چھوٹی رکھی

ہے اور حاشیہ کے اخیر میں 'زکوثری' لکھ دیا ہے۔

کتاب 'الانتصار والتریح' کن مباحث پر مشتمل ہے اس کا ذکر مصنف سبط ابن جوزی

علیہ الرحمہ نے کتاب کے شروع میں کر دیا، نیز مصنف کی حیات کے متعلق حامی سدیت ماحی

بدعت حضرت علامہ محدث و فقیہ محمد زاہد کوثری علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے اس کتاب کے

مقدمہ میں بیان کر دیا ہے؛ اس لیے ان چیزوں کی یہاں تکرار کی حاجت نہیں، البتہ مصنف

علیہ الرحمہ نے ترجیح مذہب حنفی میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس میں سے کچھ یہاں اختصار

کے ساتھ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

(الف): امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحابہ رضی اللہ عنہم یا علی الاقل ان کی زیارت کرنے کی وجہ

سے شرف تابعیت حاصل ہے جو کسی اور امام کو حاصل نہیں، اس طرح آپ ائمہ

متبوعین کی طرف نسبت کرتے ہوئے سابقین میں سے ہیں، اور سابقین کی فضیلت

لاحقین پر واضح ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو قرآن و حدیث اور عقلی دلیل سے ثابت کیا ہے؛ اس لیے آپ کے مسائل کو بھی دیگر ائمہ کے مسائل پر عموماً تقدم و فضل حاصل ہوگا۔

(ب): امام اعظم رحمہ اللہ کے فضل و فقہ کا امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ جیسے امام نے بھی اعتراف کیا ہے، یہ بھی آپ کے مذہب کی ترجیح کی طرف واضح اشارہ ہے۔

(ت): امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والی و امام کے لیے احوط ہے، اس کی ایک مثال ملاحظہ کریں:

”اگر کسی آدمی نے کوئی جرم کیا جس کی وجہ سے امام نے اس کی تعزیر کی، اور اس تعزیر کی وجہ سے وہ مر گیا؛ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک امام پر کوئی ضمان نہیں، اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: امام پر ضمان واجب ہے۔“

غور کریں تو امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والی کے لیے احوط ہونا صرف اسی مسئلہ سے واضح ہو جاتا ہے۔

(ث): امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب امت مسلمہ سے حرج کو زیادہ دور کرنے والا ہے، اور یہ بھی وصف اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے، یہ بات صرف اسی ایک مسئلہ کو ملاحظہ کرنے سے واضح ہو جاتی ہے:

”اکثر لوگ طہارت صغریٰ میں نیت نہیں کرتے جس کی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طہارت حاصل نہ ہوگی، مگر امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں بھی طہارت حاصل ہو جائے گی۔“

صرف اسی مسئلہ کا امت مسلمہ سے حرج کو دفع کرنا ذی علم و شعور پر واضح و عیاں ہے۔

(ج): امام اعظم رحمہ اللہ نے قرآن پاک کی صراحت پر عمل کیا، مگر دیگر ائمہ بہت سارے مسائل میں اسے ترک کرتے ہوئے نظر آئے، اس کے متعلق صرف یہی ایک مسئلہ ملاحظہ فرمائیں:

”امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم ایک آیت پڑھنے سے فرض ادا

ہو جائے گا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فأقرءوا ما تيسر من القرآن﴾ (المزمل: ۷۳، آیت: ۲۰)

ترجمہ: ((اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہوا اتنا پڑھو))

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔“

(ح): امام اعظم رحمہ اللہ نے احادیث صحیحہ پر عمل کیا، اس کے برخلاف دیگر ائمہ کرام نے

وہاں ضعیف احادیث کا سہارا لیا، اس کے متعلق فقط ایک مسئلہ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ: احناف کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک

حجامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجم و أعطى الحجام

أجرة))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے پچھنا لگوا یا اور حجام کو اجرت دی۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، کتاب الإجارة، باب خراج

الحجام، ج ۳ ص ۹۳، رقم: ۲۲۷۹، صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب حل أجرة

الحجامة، ج ۳ ص ۱۲۰۵، رقم: ۱۲۰۲)

اور اس باب میں امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں۔

(خ) اگر کوئی حدیث صحیحین اور اس کے مقابل والی حدیث صرف صحیح البخاری یا صرف صحیح

مسلم میں ہو یا ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک میں ہو اور اس کے معارض حدیث

کسی سنن وغیرہ میں ہو؛ تو بہت سارے ائمہ محدثین و فقہا خصوصاً دور حاضر کے شواہد

صحیحین والی حدیث یا صرف صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں،

محدث سبط ابن جوزی رحمہ اللہ بہت ساری جگہوں پر مذہب حنفی کو ترجیح دینے میں

اسی طریقہ کو اپنایا ہے، جو یقیناً متبعین احناف کے حق میں عمدہ و بہترین کوشش ہے۔

(د) کتاب الانتصار اس کے علاوہ بہت ساری خوبیوں کی حامل ہے جن پر یہاں تفصیلی

گفتگو ممکن نہیں، البتہ میں یہاں پر ایک اہم اور آخری بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں:

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ بہت سارے مسائل میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی کہیں حدیث کو لیا اور قرآن کو چھوڑ دیا، کہیں حدیث ضعیف کو لیا اور حدیث صحیح کو چھوڑ دیا، کہیں قیاس کو لیا اور حدیث کی طرف مائل نہ ہوئے، اور یہ ساری صورتیں کسی نہ کسی دلیل کی بنیاد ہی پر ہیں جو کسی کے نزدیک راجح ہے تو کسی کے نزدیک مرجوح؛ لہذا ائمہ متبوعین میں سے جو بھی جس کسی کی بھی اتباع کرے قابل ملامت نہیں، اور نہ سب و شتم کا مستحق، ہاں فروری مسائل میں کوئی ذی علم، ذی شعور، غیر متعصبانہ علمی گفتگو کرنا چاہے؛ تو اس کا دروازہ تاقیامت کھلا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ مصنف علیہ الرحمہ نے احادیث کے درمیان واقع تعارض کو دفع بھی کیا ہے، بہر حال کتاب اختصار کے ساتھ گونہ گونہ خصوصیات کی حامل ہے، ان شاء اللہ علماء و طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے کافی حد تک مفید ثابت ہوگی۔

### ہدیہ بر تشکر

پیر طریقت حضرت علامہ مولانا غلام عبدالقادر علوی دام ظلہ، سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس اہم کتاب کے لیے تاثرات تحریر کیا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، ہم ان کی اس نوازش پر تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، نیز بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں مکرمی مولانا رقیب الدین مصباحی اور عالی جناب حاجی حبیب اللہ ادریسی، ایس کبیرنگر، مقیم حالیا سعودیہ عربیہ خطیب کا شکریہ ادا نہ کروں، جنہوں نے مالی تعاون پیش کر کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دفاع اور فقہ حنفی کی ترجیح و توثیق پر مشتمل کتاب کو منظر عام پر لانے کی اہم ذمہ داری نبھائی، یقیناً ان کی یہ پیش قدمی قابل صد ستائش ہے، رب قدر انہیں اس پر خلوص عمل کے بدلے ان کو دارین میں سرخ روئی اور تجارت میں برکتیں عطا فرمائے، نیز اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مزید انہیں اور



دیگر اہل ثروت حضرات کو اسی طرح دینی کتابوں کی نشر و اشاعت۔ جو دور حاضر کا اہم ترین تقاضا ہے۔ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں و ہماری اہلیہ اور ہمارے و ہماری اہلیہ کے تمام مخلصین و محبین و معاونین کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر، اور دین متین کی اخلاص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، اور آپسی ذاتی اختلافات سے محفوظ رکھے، نیز اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے درمیان درجہ قبولیت عطا فرما کر اتباع حق کی توفیق دے، نیز میرے و میری اہلیہ اور میرے و میری اہلیہ کے والدین کریمین، اساتذہ، بھائی ان کی زوجہ، بہن ان کے شوہر، اور دیگر اعزہ و اقربا کے لیے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

أفقر إلى الله

از ہارا احمد امجدی مصباحی

فاضل جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

۱۹ فروری ۲۰۱۶ء





## مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ائمہ کرام کے درمیان مفاضلہ اور سبب ابن جوزی کی کتاب 'الانتصار'

از: حامی سنیت علامہ محمد زاہد کوثری حنفی علیہ الرحمہ

یہ امت کی عادت قدیمہ رہی ہے کہ احکام کی دلالات کے جاننے والے لوگ جیسا کہ ان کے جاننے کا حق ہے، اپنے علم کے اعتبار سے انہیں دلالات کی اتباع کرتے ہیں، اور جو ان سے کم درجہ کے ہیں، ان کے لیے بھی اجتہاد میں ایک گونہ حصہ ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ ان پر بھی خواہشات سے دور رہنا واجب ہے، اور ضروری ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ زہد و تقویٰ اور جانکار شخص کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ فتاویٰ میں وہ اس کی اتباع کر سکیں اور اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں، ایسے لوگوں کا مقتدی و مفتی خواہ مصیب ہو یا مخطی ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، اور یہ بات بعید نہیں کہ جو شخص کسی ایک کے نزدیک رائج ہو وہ دوسرے کے نزدیک رائج نہ ہو، اور مقصود ترجیح میں کوشش صرف کرنا ہے، نہ کہ نفس الامر میں حقیقت تک پہنچنا مطلوب ہے، کوشش کرنے والوں کے لیے یہی کافی ہے کہ جو ذات ان کے نزدیک رائج ہے خواہشات کے آڑے آئے بغیر اسی کی اتباع کریں۔

اسی وجہ سے علمائے مذاہب نے ائمہ متبوعین اور ائمہ ہدیٰ میں سے ہر خاص امام کے مذہب کی ترجیح کے متعلق کتابیں تصنیف کیں، جیسا کہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی

جرجانی، ابو منصور عبد القاہر بغدادی، ابو حامد طوسی، قاضی عیاض، فخر الدین رازی، ابن فرحون، اور ابو عبد اللہ داعی اندلسی وغیرہ رضی اللہ عنہم الگ الگ مذہب کی ترجیح میں کتابیں لکھیں۔

لیکن ان کا یہ ترجیحی پہلو نفس الامر میں رجحان پر دلالت نہیں کرتا، ہاں اس بات پر ضرور دلالت کرتا ہے کہ ان کے امام کی متابعت ان کے نزدیک راجح ہے، اور اس میں کوئی حرج کی بات بھی نہیں ہے، البتہ ان میں سے بعض لوگوں نے طویل گفتگو کی جس کا ترجیح یعنی علم و ورع سے کوئی خاص تعلق نہیں، بلکہ ان میں سے بعض لوگ دلیل و برہان کے بغیر اپنے امام کے علاوہ تعصب کی وجہ سے ہر امام کی ہتک عزت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، یہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل دین راضی نہیں ہوں گے۔

ان کے برخلاف امام سبط ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الانتصار' میں جدل و جدال کو پس پشت ڈال کر خالص علمی طریقہ اختیار کیا ہے، اس کتاب کی نشر و اشاعت - باقی مذاہب میں اس کے مثل کتاب شائع ہونے کے بعد - مذہب حنفی کی طرف نظر کرتے ہوئے خالی جگہ پر کرنے کے مانند ہے، مزید برآں یہ کہ اس کی نشر و اشاعت سے صحیح طریقہ پرائمہ کی خوبیوں کو پیش کرنے میں ہمتوں کو بیدار کرنا ہے۔

### مؤلف

محدث، مؤرخ، فقیہ، واعظ ابو مظفر جمال الدین یوسف بن فرغل بن عبد اللہ بغدادی،

سبط ابو فرج بن جوزی حنبلی رحمہما اللہ

بعض شیوخ و تلامذہ:

آپ نے ابن جوزی، ابن کلیب ابن طبرزد وغیرہ سے علم حاصل کیا، اور آپ سے حافظ ابو شامہ مقدسی اور حافظ شرف دمیاطی وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ آپ کی سوانح حافظ ابو شامہ مقدسی نے 'ذیل الروضین' حافظ عبد القادر قرشی نے 'الجواہر' اور ابو المحاسن نے 'المہمل الصافی' میں بیان کی ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ آپ کے بعد کے مؤرخین آپ کی کتاب 'مرآة الزمان' کے محتاج تھے، چار و ناچار اس کتاب کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا تھا۔ امام ذہبی رحمہ

اللہ نے آپ پر اور آپ کے ہم مثل دوسرے لوگوں پر تعصب کا سہارا لے کر تحامل سے کام لیا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے دادا کا مذہب حنبلی چھوڑ کر حنفی ہو گئے تھے، چنانچہ قطب یونینی حنبلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'مرآة الزمان' آپ پر کیے گئے تحامل کا دفاع کیا اور جو الزامات آپ پر ناند کیے گئے تھے دلائل کے ذریعہ سب سے آپ کی براءت ثابت کر دی۔  
نعوذ باللہ من تتابع الألسن - ان سے شرف دمیاطی کے واسطے سے حافظ عبدالقادر قرشی روایت کرتے ہیں۔

### مصنف کی تصنیفات:

آپ کی مندرجہ ذیل مؤلفات ہیں:

'تفسیر القرآن' ۲۹ جلد، 'شرح الجامع الكبير'، 'منتھی السول فی سیرة الرسول'، 'اللوامع فی أحادیث المختصر والجامع'، 'ایثار الإنصاف فی مسائل الخلاف'، 'الانتصار لإمام أئمة الأمصار' ۲ جلد، 'الانتصار و الترجیح للمذہب الصحیح'، 'مرآة الزمان' ۴۰ جلد وغیرہ مکتبہ طوب قبو میں موجود ہے۔ سبط ابن جوزی رحمہ اللہ بحث و مباحثہ کے شہسوار، بہت ذہین، اور عمدہ درس دینے والے تھے، اور بادشاہوں، امراء، علما اور عوام و عظمیٰ وغیرہ کے ذریعہ مقبول و معروف تھے، آپ کے وعظ میں موفق بن قدامہ رحمہ اللہ حاضر ہوئے، آپ کی ہر مجلس میں کم از کم ایک گروہ ضرور اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے، بلکہ بہت سارے ذمی کافر آپ کی مجلس میں ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو جاتے تھے، اور دمشق کی مسجد میں لوگ آپ کے کل ہونے والے وعظ کے انتظار میں رات گزارا کرتے تھے۔

### وفات:

آپ نے ۲۱/۱۲/۶۵۴ھ منگل کی رات دمشق میں وفات پائی اور جبل فاسیون

میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ رحمہ اللہ و جعل الجنة مثواہ۔



## الانتصار و الترجیح

### للمذہب الصحیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي فضلنا على كثير ممن خلق تفضيلا و ميزنا بالعقل و العلم و كملنا تكميلا و هداانا للدين الحنيفي و المذهب الحنفي اوضح المناهج و اقومها سيلا، احمده على نعمه السابغة، و أشكره على مننه السابقة شكرا كثيرا لا قليلا، و أشهد أن لا إله إلا الله و حده لا شريك له شهادة تدخل قائلها ظلا ظليلا، و أشهد أن سيدنا محمدا عبده و رسوله المبعوث إلى الكافة هاديا و دليلا، صلى الله عليه و على آله و أصحابه بكرة و أصيلا، و بعد:

جب لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ دراز ہوا اور میں نے ملک عادل، عالم مؤید مظفر منصور، ملک معظم، شرف الدنیا والدین، غیاث الاسلام و المسلمین، ناصر امیر المؤمنین ابو موسیٰ عیسیٰ ابن المولیٰ ملک عادل، مجاہد مرابط، مؤید مظفر منصور، سیف الدنیا والدین ابو بکر محمد بن ایوب ابن شادی خلیل امیر المؤمنین اعز الله أنصارهما، و ضاعف اقتدارهما، و ملکهما نواصي العباد، و أقاصی البلاد بمحمد و آله کی جانب سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب مہذب کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی نشرو اشاعت کا تذکرہ ہر دور و نزدیک سے آنے والے شخص سے کیا، تو اس نے اس بات پر میری ہمت بندھائی کہ میں نے بادشاہ موصوف کے لیے ایک کتاب تصنیف کی، اس کو باب در

باب مرتب کیا اور میں نے اس کا نام الانتصار والترجیح للسنن السلیح رکھا، کتاب کے ابواب کی تفصیل کچھ یوں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

**پہلا باب:** محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تعریف، توثیق اور ان کا آپ سے روایت کرنے کا بیان

**دوسرا باب:** بعض محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ پر جرح و قدح اور ان کے جوابات کا

بیان

**تیسرا باب:** امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب کا مختصر بیان

**چوتھا باب:** امام اعظم رحمہ اللہ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات اور ان سے

روایت کا بیان

**پانچواں باب:** دوسروں پر امام اعظم رحمہ اللہ کی فضیلت کا بیان

**چھٹا باب:** امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو دوسرے مذاہب پر فضیلت کا بیان

**ساتواں باب:** امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرنا والی و امام کے لیے احوط اور

امت سے حرج کو دور کرنے میں ادفع ہونے کا بیان

**آٹھواں باب:** امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن مجید اور سنت صحیحہ پر عمل کرنے اور دوسرے

ائمہ کا ان دونوں کی مخالفت کرنے کا بیان

جس نیک کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی مدد چاہتا ہوں، اسی پر

بھروسہ کرتا ہوں اور قول و عمل میں اسی سے عصمت کا سوال کرتا ہوں۔ بے شک وہ سخی،

کریم، غفور، قریب و مجیب ہے، اللہ ہی کی توفیق سے ہم ابتدا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

.....

پہلا باب

محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تعریف، توثیق  
اور ان کا آپ سے روایت کرنے کا بیان

محدثین کا امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت  
اور ان کے ذریعہ آپ کی توثیق

أخبرنا الشيخ الصالح الثقة أبو طاهر..... قال أبو زكريا يحيى بن  
معين:

”روى عن أبي حنيفة سفیان الثوری، و عبد الله بن المبارك، و  
حماد بن زید، و هشیم، و وکیع، و عباد بن العوام، و جعفر بن  
عون، و أبو عبد الرحمن المقرئ، و جماعة كثيرة و هو ثقة لا  
بأس به“۔

قال أبو زكريا: وسمعت يحيى بن سعيد، يقول:

”لا نكذب على الله ربما استحسننا الشيء من قول أبي حنيفة  
فأخذ به“۔

ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام اعظم ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم،  
وکیع، عباد بن عوام، جعفر بن عون، ابو عبد الرحمن مقرئ اور بہت ساری جماعت

۱۵۹۱۹۳



نے روایت کی ہے، وہ 'ثقة لا باس بہ ہیں'۔

ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

”ہم اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتے ہیں، ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال میں سے کوئی قول اچھا لگتا ہے، تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔“

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ابن عبدالبر، ص ۱۲۳)

### محدثین کا امام اعظم رحمہ اللہ کی تعریف

أبنا أبو القاسم ذاكر بن كامل..... قال أبو نعیم الحافظ:

”كان أبو حنيفة ممن سلم له دقة النظر، وغوص الفكر، ولطف الحيلة، ولي القضاء للمنصور، والصحيح أنه امتنع، وتوفي سنة خمسين ومائة، وكان مولده سنة ثمانين، وكان عمره سبعين سنة، وكان يدعو إلى مولاة آل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ونصرتهم ومتابعتهم رضوان الله عليهم أجمعين“۔

حافظ ابو نعیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی دقت نظری، فکر کی گہرائی اور حیلہ شرعی کی عمدگی تسلیم کی گئی، منصور بادشاہ کے زمانہ میں قضا کے عہدہ پر فائز کئے گئے ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے عہدہ قضا قبول کرنے سے منع کر دیا تھا، ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، ان کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ ہے، ان کی کل عمر ۷۰ سال ہوئی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت، ان کی مدد اور ان کی اتباع کی طرف بلا تے تھے۔“

(مسند أبي حنيفة برواية أبي نعیم، أبو نعیم، رواية عن أبي السوار، ص ۱۷)

وبہ حدثنا أبو نعیم..... قال الحافظ أبو نعیم رحمہ اللہ:

”کان أبو حنیفة غواصا فی المسائل“۔

حافظ ابو نعیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مسائل میں بہت زیادہ غوطہ لگانے والے تھے“۔

(مسند ابی حنیفہ بروایة ابی نعیم، أبو نعیم، و من أخبارہ، ص ۲۰)

وبہ حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن عبد الله..... ابن عون رحمہ

الله، يقول:

”بلغنی بالكوفة رجل یجیب فی المعضلات“ یعنی ابا حنیفہ۔

ابن عون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”مجھے خبر پہنچی ہے کہ کوفہ میں ایک آدمی مشکلات کا جواب دیتا ہے“۔ یعنی امام

ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔

(مسند ابی حنیفہ بروایة ابی نعیم، أبو نعیم، و من أخبارہ، ص ۲۰)

وبہ قال حدثنا أبو محمد بن حیان..... الإمام الشافعی رحمہ

الله، يقول:

”سألت مالک بن أنس هل رأیت أبا حنیفة وناظرته؟ قال: نعم،

رأیت رجلا لونظر إلى هذه السارية وهي من الحجارة، فقال:

إنها من ذهب لقام بحجته“۔ قال المصنف: وقد حکى هذا

الشیخ أبو إسحاق الشیرازی فی ’طبقات الفقهاء‘۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ

کو دیکھا اور ان سے مناظرہ کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے ایک ایسے

آدمی کو دیکھا کہ اگر وہ اس پایہ کی طرف دیکھتے جو پتھر کا ہے، تو وہ کہتے کہ یہ

سونے کا ہے، پھر اس کے سونا ہونے پر حجت قائم کر دیتے۔“ مصنف نے کہا:

اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن شیرازی نے 'طبقات الفقہاء' میں بہ طور حکایت ذکر کیا ہے۔

(مسند أبی حنیفہ بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخباره، ص ۲۰)

و بہ قال حدثنا محمد بن إبراهيم... الإمام ابن المبارك رحمه الله، يقول:

"إن كان أحد ينبغي له أن يقول برأيه فأبو حنيفة ينبغي له أن يقول برأيه"۔

امام ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کسی کو اپنی رائے کے مطابق قول کرنا مناسب ہوتا؛ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنی رائے کے مطابق قول کرنا مناسب و بہتر ہوتا"۔

(مسند أبی حنیفہ بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخباره، ص ۲۰)

و بہ قال أخبرني القاضي محمد بن عمر... الإمام سفيان بن عيينة رحمه الله، يقول:

"ما مقلت عيني مثل أبي حنيفة"۔ قال المصنف: وقد رأى سفيان: الشافعي وأحمد۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مثل نہیں دیکھا"۔ مصنف نے کہا: امام سفیان رحمہ اللہ نے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کو بھی دیکھا ہے۔

(مسند أبی حنیفہ بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخباره، ص ۲۱)

و بہ قال: حدثنا محمد بن إبراهيم بن علي... الإمام الشافعي رحمه الله، يقول:

"الناس عيال على أبي حنيفة في الفقه"۔ قال المصنف: وقد حكى هذا أيضا الشيخ أبو إسحاق في 'طبقات الفقہاء'۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محتاج ہیں“۔ مصنف نے کہا: اس قول کو بھی شیخ ابواسحاق نے ’طبقات النقبہ‘ میں ذکر کیا ہے۔

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخباره، ص ۲۲)

وہ قال: حدثنا محمد بن إبراهيم..... الإمام عبد الله بن عمر رحمہ اللہ، قال:

”كنت عند الأعمش فسئل عن مسألة فنظر في وجه القوم ثم قال لأبي حنيفة: أجبه يا نعمان فأجابته، فقال: من أين قلت هذا؟ قال: من الحديث الذي حدثتنا به أنت، فقال: ”أنتم الأطباء و نحن الصيادلة“۔

عبد اللہ بن عمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”میں امام اعمش علیہ الرحمہ کے پاس تھا، اس وقت ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا؛ تو انہوں نے قوم کی طرف دیکھا، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فرمایا: اے نعمان! اس کے سوال کا جواب دو؛ تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا، اس پر انہوں نے فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہا: آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے عرض کیا: میں نے یہ جواب اسی حدیث سے دیا ہے جو آپ نے مجھ سے بیان کیا تھا، اس وقت امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا: ”تم لوگ حکیم اور ہم لوگ دو ایچنے والے ہیں“۔

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخباره، ص ۲۲)

وہ قال أخبرنا الحسن بن منصور..... عن أحمد بن علي قال:

سمعت يحيى بن معين وذكر أبو حنيفة عنده؛ فقال:

”هو أنبل من أن يكذب“۔

احمد بن علی کہتے ہیں: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے پاس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

ذکر کیا گیا؛ تو اس وقت آپ نے فرمایا:  
”وہ جھوٹ بولنے سے برتر و بالا ہیں۔“

(مسند أبی حنیفہ بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخباره، ص ۲۳)  
یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں امام شافعی اور اصحاب حدیث علیہم الرحمہ کے اقوال ہیں، اگر ان کے بارے میں مزید تعریف و توصیف والے اقوال تلاش کیے جائیں اور احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے؛ تو گفتگو بہت لمبی ہو جائے گی، مگر چوں کہ یہاں اختصار مقصود ہے؛ اس لیے جو ذکر ہوا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔



دوسرا باب:

بعض محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ پر جرح و قدح اور ان کے

جوابات کا بیان

یہ باب تین اصول پر مبنی ہے:

اول: بعض محدثین کہتے ہیں: وہ 'سیء الحفظ' تھے۔

دوم: وہ مرجئی، جہمی تھے۔

سوم: امام اعظم علیہ الرحمہ نے بعض احادیث میں محدثین کی مخالفت کر کے قیاس کو لیا ہے۔

**جواب اول:** محدثین کا یہ کہنا کہ وہ 'سیء الحفظ' تھے، یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ امام اعظم

ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا بعض احادیث کو بالمعنی روایت کرنے کی وجہ سے محدثین نے یہ سمجھ لیا کہ وہ 'سیء الحفظ' تھے۔

مجالس فقہ میں فقہائے عظام کے درمیان ارسال اور روایت بالمعنی ہی غالب تھا، اور

دوسرے لوگوں کے برخلاف یہ حدیث کا معنی ادا کرنے میں امین تھے۔ زکوٰۃ

**جواب ثانی:** بعض محدثین کا یہ کہنا کہ وہ 'جہمی مرجئی' تھے، یہ اس امر کی طرف اشارہ

کرتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل تھے کہ ایمان بغیر عمل کے قول کا نام

ہے، اور یہ حدیث صحیح کا مفہوم ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے:

حضور نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((الإيمان أن تؤمن بالله، وملائكته، وكتبه، ورسوله، واليوم

(الآخر، والقدر خیرہ وشرہ)

ترجمہ: ((ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر اور تقدیر کی اچھائی و برائی پر ایمان لاؤ))

(کتاب الایمان، باب معرفة الایمان، ج ۱ ص ۳۶، رقم: ۱)

لہذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے قول کی وجہ سے مبتدع نہیں ہو سکتے؛ کیونکہ آپ نے وہی قول کیا ہے جو صحیح حدیث سے ثابت شدہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی شان اور اشتقاق لغوی کا مفہوم ہے، اور ایمان لغت میں تصدیق کا نام ہے اور تصدیق نہ تو بڑھتی ہے اور نہ ہی گھٹتی ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول:

﴿وَإِذَا تَلَّيْتُمْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ زَادْتُمْ إِيمَانًا﴾ (الانفال: ۸، آیت: ۲)

ترجمہ: ((اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔))

(کنز الایمان)

تو یہاں ہماری آیت میں زیادتی ایمان سے تقویت ایمان مراد ہے، اور بعض محدثین زیادتی اور کمی سے یہ مراد لیتے ہیں کہ طاعت سے ایمان زیادہ اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔

**جواب ثالث:** محدثین کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بعض احادیث کی مخالفت کی

اور قیاس کو لیا ہے، اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

اول: جس مسئلہ میں عموم بلوئی ہو، اس میں خبر واحد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے

نزدیک حجت نہیں ہے۔

دوم: ان کے نزدیک یہ معاملہ جرح و تعدیل پر مبنی ہے، بسا اوقات محدثین کسی راوی

کی توثیق کرتے ہیں اور وہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مجروح ہوتا ہے، اور یہ جرح جس

کو بعض محدثین نے ذکر کیا ہے، باقی ائمہ یعنی امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی

طرف بھی لوٹتا ہے؛ کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے بعض سنن صحیحہ کی مخالفت کی اور قیاس کو لیا

ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس بات کو آخری باب میں ذکر کریں گے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے شیخ، امام، عالم، جمال الدین شمس الحفاظ ابو الفرج بن

الجوزی سے پوچھا: سیدی! بعض محدثین نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کیوں کلام کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ”کیونکہ انہوں نے قیاس پر عمل کیا ہے“ تو میں نے عرض کیا: ان کے علاوہ ائمہ نے بھی تو قیاس کو لیا ہے؛ تو انہوں نے فرمایا: ”لیکن انہوں نے باقی ائمہ کے مقابل قیاس کو زیادہ لیا ہے“۔ تو میں نے عرض کیا: جتنی مقدار میں اور ائمہ کرام نے قیاس کو لیا ہے اتنی ہی مقدار میں محدثین نے ان کے بارے میں کلام کیوں نہیں کیا؟ تو وہ خاموش ہو گئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر سارے طعنوں کا دار و مدار امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی جرح پر ہے، مگر امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر اس معاملہ میں افترا سے کام لیا گیا ہے، مزید برآں یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا۔





تیسرا باب:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب کا مختصر بیان

امام ابو یوسف رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا؛ تو میں نے بچوں کو بلند آواز سے کہتے ہوا سنا: یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابو یوسف! کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ بچے کیا کہہ رہے ہیں؟ اب میرے اوپر واجب ہو گیا کہ میں اپنے پہلو کو بستر پر نہ رکھوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔“

امام زائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی مسجد میں عشا کی نماز پڑھی، سارے لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو نہیں معلوم ہو سکا کہ میں مسجد میں ہوں، اصل میں میرا ارداہ تھا کہ میں ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھوں اس طور سے کہ کوئی مجھے ان سے پوچھتے ہوئے نہ دیکھے، بہر حال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کھڑے ہوئے، قراءت شروع کر دی یہاں تک کہ اس آیت کریمہ پر پہنچے:

﴿فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ (الطور: ۵۲، آیت: ۲۷)

ترجمہ: ((تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔))

(کنز الایمان)

میں مسجد میں ان کا قراءت سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا، مگر وہ بار بار

اسی آیت کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان دے دی۔  
جمانی کے والد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت میں تقریباً ایک سال تک رہا ہوں، لیکن میں نے ان دنوں میں انہیں کبھی دن میں کھاتے ہوئے اور رات میں سوتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کسی دوسرے کے مال کا ایک لقمہ بھی نہیں کھاتے تھے، عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، ہر رات فجر اول کے طلوع ہونے تک ایک مرتبہ پورا قرآن پاک پڑھ لیتے تھے، فجر ثانی طلوع ہونے کے وقت دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور پوری رات عبادت الہی میں گزارتے تھے۔“

کہا جاتا ہے: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف قیلولہ پر اکتفا کرتے تھے۔ زکوٰۃ زکوٰۃ زکوٰۃ خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”چار ائمہ کرام نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھا، وہ یہ ہیں: عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم۔“  
منصور بن ہاشم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہم قادیسیہ میں عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ساتھ تھے، اتنے میں کوفہ کا ایک آدمی ان کے پاس آیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کلام کرنے لگا، اس پر اس شخص سے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: تیرے لیے بربادی ہو، کیا تم ایسے آدمی کے بارے میں کلام کرتے ہو جنہوں نے پانچوں نمازیں پینتالیس سال تک ایک ہی وضو سے پڑھی، اور ہر رات دو رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھا کرتے تھے، میرے پاس فقہ کا جو سرمایہ ہے، وہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ہی حاصل کیا ہے۔“

قیس بن ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بغداد سرمایہ بھیجتے، اس سے سامان خریدتے، اس کو کوفہ پہنچاتے، اور ایک سال سے دوسرے سال تک کا نفع جمع کرتے، پھر اس سے

تجارت کرنے والے شیوخ کی ضرورت کے سامان، ان کے کھانے، کپڑے اور تمام ضرورتوں کی چیزوں کو خریدتے، پھر باقی دینار اور نفع انہیں کو دیدیتے اور کہتے: اپنی ضرورتوں میں خرچ کرو اور صرف اللہ ہی کی تعریف کرو؛ کیونکہ میں نے تمہیں اپنا مال نہیں دیا ہے بلکہ وہ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور یہ تمہاری پونجی کا نفع ہے جس کو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو دیا ہے، اللہ کی رزق میں اس کے علاوہ کا حق نہیں۔“

اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہ سے روایت ہے:

”جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بیٹے حماد رحمہ اللہ نے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مہارت حاصل کر لی؛ تو انہوں نے معلم کو پانچ سو درہم عطا کیے۔“



چوتھا باب:

امام اعظم رحمہ اللہ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات

اور ان سے روایت کا بیان

أبنا أبو القاسم ذاكر بن كامل..... قال أبو نعيم:

”ذكر من رأى أبو حنيفة رحمه الله من الصحابة و روى عنهم:  
أنس بن مالك، وعبد الله بن الحارث الزيدى، ويقال: عبد الله  
بن أبي أوفى الأسلمى، واختلفوا في وفاة أنس بن مالك؛ فقيل:  
أنه مات سنة تسعين، وقيل: سنة ثلاث وتسعين، وقيل: سنة  
أربع وتسعين“۔

قال أبو نعيم:

”توفى أنس بن مالك في سنة ثلاث وتسعين، و ولد أبو حنيفة  
سنة ثمانين وكان بين مولده و وفاة أنس ثلاث عشرة سنة“۔

قال أبو نعيم:

”روى عن أبي حنيفة من التابعين الأحوص بن حكيم“۔

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان صحابہ کرام کا ذکر جن کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دیکھا اور ان سے روایت  
کی: ان میں سے انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث زبیدی ہیں اور ان کو عبد  
اللہ بن اوفی اسلمی بھی کہا جاتا ہے، انس بن مالک کی وفات کے بارے میں

علمائے کرام کا اختلاف ہے، بعض نے کہا: آپ نے ۹۰ھ میں وفات پائی، بعض نے آپ کی وفات ۹۳ھ اور بعض نے ۹۴ھ میں بتائی ہے۔“

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ۹۳ھ میں وفات پائی، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کے درمیان ۱۳ سال کا فاصلہ ہے۔“

(مسند ابی حنیفہ بروایة ابی نعیم، أبو نعیم،

ذکر من رأى من الصحابة وروى عنهم، ص ۲۴)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش کے متعلق تین اقوال ہیں: اول: ۸۰، ثانی: ۷۰، ثالث: ۶۱، جمہور نے پہلی روایت کو لیا ہے؛ کیوں کہ پیدائش میں بعد والی تاریخ اور پہلے والی پر اعتماد میں احتیاط ہے، مگر یہ اس صورت میں جب کہ دوسری روایت کی تائید ہو رہی ہو، اور یہاں پر متعدد وجوہ سے دوسری روایت کی تائید ہوتی ہے، اس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا صحابہ کرام سے سننے اور ان کو دیکھنے کا دائرہ مزید وسیع ہو جائے گا۔ زکوثری

مزید تفصیل کے لیے انہیں کی کتاب ”تانیب الخطیب“ دیکھیں!

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

”تابعین میں سے احوں بن حکیم رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔“

وبہ حدثنا أبو نعیم۔۔۔ أحمد بن الصلت بن المغلس عن أبي حنيفة، قال: سمعت أنس بن مالك، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

((طلب العلم فريضة على كل مسلم))

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا:

((ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔))

(مسند ابی حنیفہ بروایة ابی نعیم، ابونعیم، ذکر من رأى من الصحابة وروى عنهم،

ص ۲۲، سنن ابن ماجہ، عن محمد بن سيرين، عن انس رضى الله عنه، باب فضل

العلماء و الحث على طلب العلم، ج ۱ ص ۸۱، رقم: ۲۲۳)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ

سے روایت کی ہے، آپ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل ہے، آپ نے مصر میں سکونت اختیار

کی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آپ سے مکہ شریف میں ملاقات ہوئی، آپ نے عبداللہ

زبیدی رضی اللہ عنہ سے جس وقت حدیث سنی اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

فقد قال ابونعیم: حدثنا۔۔۔۔۔ عن ابی یوسف، قال: سمعت ابا

حنیفة، یقول:

”حججت مع ابی سنة ست وتسعين ولى سنت عشرة سنة فاذا

انا بشيخ قد اجتمع الناس عليه، فقلت لأبى: يا أبى من هذا

البشيخ؟ فقال: هذا رجل قد صحب محمدا صلى الله عليه

وسلم يقال له: عبد الله بن الحارث بن جزء الزبیدی، فقلت:

فأى شيء عنده؟ فقال: أحاديث سمعها من النبي صلى الله عليه

وسلم، فقلت له: قدمنى إليه حتى أسمع منه، فتقدم بين يدي

فجعل يفرج الناس حتى دنا منه، فسمعته، يقول: قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم:

((من تفقه فى دين الله كفاه الله عزوجل همه، ورزقه من حيث

لا يحتسب))

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی، انہوں نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ

اللہ کو کہتے ہوئے سنا: میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۴ھ میں حج کیا، اس وقت

میں سولہ سال کا تھا، اچانک میری نظر ایک شیخ پر پڑی جن کے پاس لوگ جمع تھے؛ تو میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: یہ شیخ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے، ان کو عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے، میں نے کہا کون سی چیز ان کے پاس ہے؟ انہوں نے فرمایا: ان کے پاس احادیث ہیں جن کو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؛ تو میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا: مجھے ان کے پاس لے چلے تاکہ میں بھی ان سے احادیث سنوں، میرے والد ماجد میرے آگے آگے گئے اور لوگوں کو ہٹانے لگے یہاں تک کہ اس صحابی رسول سے قریب ہو گئے، اس وقت میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((جو اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کرے اللہ عز و جل اس کے غم کو دور کرنے کے لیے کافی ہوگا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جس کا وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم،

روایتہ عن عبد اللہ بن الحارث بن جزء، ص ۲۵)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی احمد بن صلت حمانی ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کلام کرتے ہوئے کہا: یہ اس حدیث کی روایت کرنے میں متفر ہیں، مگر یہ درست نہیں؛ کیوں کہ ان کی متابعت عبد اللہ بن جعفر نے کی ہے، جیسا کہ جامع بیان العلم را بن عبد البر رحمہ اللہ میں ہے، اسی میں ہے: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جن صحابہ کرام کو دیکھا ہے، ان میں انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ زکوثری

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس روایت کی تخریج صرف اسی وجہ سے جو ابن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جانی جاتی ہے، اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن سماعہ

عن أبي يوسف عن أبي حنيفة متفرد ہیں، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو دوسرے طریق کے ذریعہ روایت کیا گیا ہے جو اس متن کے مجانس ہے، اور وہ بھی غریب ہے۔

وهو: ما حدثنا أبو الحسين محمد بن علي بن حبيش المقرئ.... عن زياد بن الحارث الصدائي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((من طلب العلم تكفل الله برزقه))

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((جس نے علم طلب کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے رزق کا ذمہ لے لیا۔))

(مسند أبي حنيفة برواية أبي نعيم، أبو نعيم،

روايته عن عبد الله بن الحارث بن جزء، ص ۲۵)

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث یونس عن الثوری کے مفارید سے ہے، میں یونس کے علاوہ اس حدیث کے کسی دوسرے راوی کو نہیں جانتا۔

قال المصنف: وأخبرني بالحديث الأول الشيخ الإمام العالم أبو الغنائم بن شيرويه.... عن أبي يوسف يعقوب بن إبراهيم القاضي، قال: حدثنا أبو حنيفة النعمان بن ثابت رحمه الله، قال: سمعت أنس بن مالك رضي الله عنه، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((طلب العلم فريضة على كل مسلم))

ترجمہ: ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم سے ابو حنیفہ نعمان رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی، آپ کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو



کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 ((علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، ذکر من رأى من الصحابة وروى عنهم، ص ۲۲، سنن ابن ماجه، عن محمد بن سيرين، عن انس رضى الله عنه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ج ۱ ص ۸۱، رقم: ۲۲۲)

و به قال حدثنا محمد بن عبد الله----- عن أبی حنیفة رحمه الله، قال: ولدت سنة ثمانين، وقدم عبد الله بن أنيس رضى الله عنه الكوفة سنة أربع وتسعين ورأيتہ وسمعت منه و أنا ابن أربع عشرة سنة سمعته، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول:

((حبك الشيء يعمى ويصم))

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی آپ فرماتے ہیں: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا، اور عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو ۹۲ھ میں آئے، میں نے ان کو اس وقت دیکھا اور ان سے اس وقت سنا جب میں چودہ سال کا تھا، میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:  
 ((تیری کسی چیز سے محبت تجھ کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے))

(مسند أبی حنیفة بروایة الحصكفی، أبو حنیفة نعمان، رقم: ۳۱)

و به قال: أنبأنا محمد بن عبد الله----- عن أبی یوسف القاضی، حدثنا أبو حنیفة رحمه الله، قال: ولدت سنة ثمانين و حججت مع أبی سنة ست وتسعين وأنا ابن ست عشرة سنة، فلما دخلت المسجد الحرام، رأيت حلقة عظيمة، فقلت لأبى: حلقة من هذه؟ فقال: حلقة عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فتقدمت و

سمعتہ، يقول:

((من تفقه في دين الله كفاه الله همه، و رزقه من حيث لا يحتسب))

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا، اور میں نے اپنے والد ماجد کے ساتھ ۹۶ھ میں حج کیا، اس وقت میں سولہ سال کا تھا، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا؛ تو ایک بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا: یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رحمہ اللہ کا حلقہ ہے، اتنا سنتے ہی میں آگے بڑھا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((جو اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کرے، اللہ اس کے غم کو دور کرنے کے لیے کافی ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔))

(مسند أبي حنيفة برواية أبي نعيم، أبو نعيم،

روايته عن عبد الله بن الحارث بن جزء، ص ۲۵)

وبه قال: أنبأنا محمد بن عبد الله----- عن أبي حنيفة رحمه الله، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه، قال: جاء رجل من الأنصار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له: يا رسول الله ما رزقت ولدا قط ولا ولد لي، قال:

((أين أنت من كثرة الاستغفار، وكثرة الصدقة ترزق بها الولد))  
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: انصار کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری کوئی اولاد نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

((تم استغفار و صدقہ کی کثرت سے کہاں ہو؛ جس کے سبب اولاد ملتی ہے؟))

چنانچہ وہ آدمی کثرت سے استغفار و صدقہ کرنے لگا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اس نیک عمل کی برکت سے ان کے یہاں نو لڑکے پیدا ہوئے۔“ (مسند ابی حنیفہ بروایۃ الحصکفی، أبو حنیفۃ نعمان، رقم: ۱۲)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ نے ان سے مرسل روایت کی ہے۔ زکوثری

وبہ قال: حدثنا محمد بن عبد الله----- عن أبي حنيفة رحمه الله، قال: سمعت عبد الله بن أبي أوفى، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: ((من بنى مسجدا ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتا في الجنة))

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے مروی، آپ کہتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((جس نے مسجد اگرچہ سنگخوار کے گھونسلہ کی طرح ہی بنائی، اللہ عزوجل اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔))

(مسند ابی حنیفہ بروایۃ الحصکفی، أبو حنیفۃ نعمان، رقم: ۱۳)

محدثین کے نزدیک تحمل کی مدت کم سے کم پانچ سال ہے، امام ابو حنیفہ کی پیدائش کے متعلق تمام اقوال کے اعتبار سے جب کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا؛ تو اس وقت آپ کی عمر پانچ سال سے زیادہ ہی تھی۔ زکوثری

وبہ أنبأنا محمد بن عبد الله----- عن أبي حنيفة، عن واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنہ، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول:

((لا تظهر شماتة أخيك في عافية الله وبيتليك))

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ حضرت وائل بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کر، جس کی وجہ سے اللہ اس کو اس کی مصیبت سے چھٹکارا دیدے اور تجھ کو آزمائش میں مبتلا کر دے۔))

(مسند ابی حنیفہ بروایتہ الحصکفی، أبو حنیفہ نعمان، رقم: ۳۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وائل رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ نے ان سے مرسلہ روایت کیا ہے۔ زکوثری

وبہ قال: حدثنا محمد بن عبد اللہ۔۔۔۔۔ عن یحییٰ بن معین، أن أبا حنیفہ صاحب الرأی سمع عائشة بنت عجرد رضی اللہ عنہا، تقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، يقول:

((أكثر جند الله في الأرض الجراد، لا آكله لا أحرمه))

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ صاحب رائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((زمین میں اللہ کا سب سے زیادہ لشکر ٹڈی کا ہے، میں نہ اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔))

(مسند ابی حنیفہ بروایتہ الحصکفی، أبو حنیفہ نعمان، رقم: ۹)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ نے ان سے مرسلہ روایت کی ہے۔ زکوثری



پانچواں باب:

دوسروں پر امام اعظم رحمہ اللہ کی فضیلت کا بیان

آپ کی دوسرے ائمہ پر فضیلت قرآن کریم، سنت نبویہ اور عقلی دلیل سے ثابت ہے،  
قرآن مجید سے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾ (التوبہ: ۹/آیت: ۱۰۰)

ترجمہ: ((اور سب میں اگلے پہلے)) (کنز الایمان)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (الواقعة: ۵۶/آیت: ۱۱/۱۰)

ترجمہ: ((اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب بارگاہ ہیں۔))

(کنز الایمان)

تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ﴾ (الحديد: ۱۰/آیت: ۱۰)

ترجمہ: ((تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا)) (کنز الایمان)

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے ایمان و اسلام اور نیک کام کرنے

میں سبقت کی اسے سبقت نہ کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے۔

سنت نبویہ سے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((خير القرون قرني الذي انا فيهم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين

یلونہم))

ترجمہ: ((میں جس زمانہ میں ہوں وہ تمام زمانوں میں بہترین زمانہ ہے، پھر وہ جو اس زمانہ والوں سے قریب ہے، پھر وہ جو اس زمانہ سے قریب ہے۔))

(صحیح البخاری، عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، کتاب المناقب، باب فضائل أصحاب

النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۵ ص ۳، رقم: ۳۶۵۱، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة

رضی اللہ عنہم، باب فضل الصحابة ثم الذین یلونہم، ج ۲ ص ۱۹۶۲، رقم: ۲۵۳۳)

لہذا اگرچہ بعض لوگوں کی رائے کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ دوسری صدی سے نہیں، مگر اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ تیسری صدی سے ہیں، اور یہ حدیث صحیح و متفق علیہ ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی مذکور ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أمتی کالغیث لا یدری اولہ خیر أم آخرہ))

ترجمہ: ((میری امت بارش کی طرح ہے، معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔))

(سنن الترمذی، عن أنس رضی اللہ عنہ، باب مثل الصلوات الخمس، باب، ج ۵،

ص ۱۵۲، رقم: ۲۸۶۹، مجھے یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مقدم کو مؤخر پر فضیلت دینا درست نہیں۔

اس اعتراض کے دو جوابات ہیں، انہیں مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

اول: سابقین کی فضیلت پر جو حدیث ہم نے ذکر کی وہ متفق علیہ ہے، اور جو معترض نے ذکر کیا وہ صحیح مسلم کی تفردات سے ہے؛ لہذا ہماری ذکر کردہ حدیث کی مزاحمت نہیں ہو سکتی۔

دوم: ہم صحیح مسلم کی حدیث کو قرونِ ثلاثہ کے بعد پر محمول کرتے ہیں؛ کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک کا دوسرے کے لیے نسخ ہونا جائز نہیں؛ اس لیے کہ دونوں خبر ہیں، اور اخبار کو نسخ لاحق نہیں ہوتا۔

نیز حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((طوبی لمن رآنی، و من رأى من رآنى، و من رأى من رأى من رآنى))

(رآنى))

ترجمہ: ((خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھ کو دیکھا، یا اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، یا اس کو دیکھا جس نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔))

(المعجم الأوسط، عن أنس رضی اللہ عنہ، ج ۶ ص ۱۷۱، رقم: ۶۱۰۶)

نیز حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((لا تسبوا أصحابی فلو أنفق أحدکم مثل أحد ذہبا ما بلغ مد

أحدہم ولا نصیفہ))

ترجمہ: ((میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا

خرچ کرے، تب بھی وہ ان کے مد بلکہ اس مد کے نصف تک بھی نہیں پہنچ

سکتا۔))

(صحیح البخاری، عن أبي سعيد خدری رضی اللہ عنہ، کتاب المناقب، باب قول

النبي صلى الله عليه وسلم: ((لو كنت متخذًا خليلاً)) ج ۵ ص ۸، رقم: ۳۶۷۳)

اور اسی طرح صحابہ کرام کی فضیلت تابعین پر اور تابعین کی فضیلت تبع تابعین پر اسی

سبقت کی وجہ سے حاصل ہے۔

**عقلی دلیل:** عقلمندوں کے نزدیک سابق لاحق سے افضل ہوتا ہے، چنانچہ امام شافعی

رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ان کے سابق ہونے ہی کی وجہ سے لاحق پر فضیلت کی

صراحت کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

”لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محتاج ہیں۔“ ہم نے جو ذکر کیا، اس پر

شاعر کا یہ قول دلالت کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

فلو قبل مبکاها بکیت صباة

بسعدی شفیت النفس قبل التندم

و لكن بكت قبلي فهيج لي البكاء  
بكاها فقلت الفضل للمتقدم

اگر اعتراض کیا جائے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، حالانکہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، مگر قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو ان سے مقدم ہے وہ ان سے افضل ہو! اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لاتخبرونی علی موسی))

ترجمہ: ((تم لوگ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو!))

(صحیح البخاری، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، کتاب

أحادیث الأنبياء، باب وفاة موسی، ج ۲ ص ۱۵۷، رقم: ۳۳۰۸)

اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:

((اتفضلونی علی یونس بن متی))

ترجمہ: ((تم لوگ مجھے یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو!))

(اس لفظ کے ساتھ مجھے حدیث نہیں ملی، صحیح البخاری میں اس لفظ کے ساتھ ہے: ((لا ینبغی لعبد

أن یقول: أنا خیر من یونس بن متی)) باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿هل اتاك حدیث

موسی﴾ ج ۲ ص ۱۵۳، رقم: ۳۳۹۵)

اس اعتراض کا جواب: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی حدیثیں

نفس کی تواضع اور انکساری کے طور پر وارد ہیں، یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان:

((أنا سید ولد آدم ولا فخر))

ترجمہ: ((میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔))

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب ذکر الشفاعة، ج ۲ ص ۱۲۲۰، رقم: ۳۳۰۸)

کے خلاف نہیں؛ کیونکہ حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فخریہ طور پر یہ بات نہیں کہی، اور نہ ہی

مخلوق پر گھمنڈ کے طور پر اس کا اظہار فرمایا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تو محض تحدیثِ نعمت اور احسا

ن کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا، اور حدیث میں وارد سیادت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد



قیامت کے دن آپ کی ذات والا کو شفاعت کا مرتبہ عطا کر کے تعظیم و تکریم کیا جانا ہے۔ بہر حال عقل تو یہی چاہتی ہے کہ سابق کو لاحق پر فضیلت حاصل ہو مگر ہم نے یہاں نصوص کی وجہ سے عقل کو چھوڑ دیا، اور وہ بعض نصوص یہ ہیں: حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((أنا سيد ولد آدم ولا فخر))

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعة، ج ۲ ص ۱۲۴۰، رقم: ۴۳۰۸)

اور دوسری جگہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((آدم ومن دونه تحت لوائی يوم القيامة ولا فخر))

ترجمہ: ((آدم اور ان کے بعد جتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں سب قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور کوئی فخر نہیں۔))

(مسند احمد، ج ۲ ص ۳۳۰، رقم: ۲۵۲۶)

اور جو مسئلہ زیر بحث ہے، یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان کے سابق ہونے کی وجہ سے لاحق پر فضیلت حاصل ہونا، اس کے خلاف کوئی نص وارد نہیں؛ اس لیے قیاس کی اصل باقی رہے گی، اور امام اعظم رحمہ اللہ کو اپنے لاحقین پر فضیلت و برتری حاصل رہے گی۔



چھٹا باب:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو

دوسرے مذاہب پر فضیلت کا بیان

اس پر متعدد جوہ سے دلیل پیش کی جاسکتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اول: امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول: ”لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محتاج ہیں“ میں صراحت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب صحیح کو دوسرے مذہب پر فضیلت حاصل ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کسی اعتراض و تاویل کی گنجائش نہیں۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق امام مالک علیہ الرحمہ، حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ کا اظہار خیال جن کا بیان عن قریب گزر چکا اور امام کے بارے میں دیگر علمائے کرام کے اقوال بھی زیر بحث مسئلہ میں شاہد عدل ہیں۔

دوم: کسی کا غیر سے افضل ہونے کا ثبوت اس کے مذہب کے بھی افضل ہونے کا ثبوت ہے؛ کیوں کہ علماء و فقہاء کا ان کی فضیلت کا اعتراف ان کے فقہ و علم ہی کی وجہ سے تھا۔

سوم: لوگ عمل میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب ہی کی طرف مائل اور ان کی اتباع کرنے پر مجبور ہیں، اس کو ہم عنقریب آنے والے ساتویں باب میں ذکر کریں گے۔

چہارم: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قرآن پاک و سنت صحیحہ کو اختیار کرنا، دوسرے علماء کے برخلاف جنہوں نے ان دونوں کی مخالفت کی، ان شاء اللہ اس کو ہم آٹھویں باب میں بیان کریں گے۔

ساتواں باب:

امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرنا والی و امام کے لیے احوط

اور امت سے حرج کو دور کرنے میں ادفع ہونے کا بیان

امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والیوں کے لیے احوط ہے:

اس کے متعلق بعض مسائل ملاحظہ فرمائیں:

اول: اگر کسی کی کوئی خراجی زمین ہو، مگر اس کی زراعت سے عاجز ہو اور اس کا خراج ادا کرنے پر قادر بھی نہ ہو؛ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام کو حق ہے کہ وہ اس زمین کو اجرت پر دیدے، پھر اسی کی اجرت سے خراج لے، اور اگر اجرت پر رکھنے والے شخص کو نہ پائے؛ تو اگرچہ اس کا مالک راضی ہو یا نہ ہو، اس زمین کو بیچ کر خراج اس کی ثمن سے لے، اور دوسرے علمائے کرام نے فرمایا: امام کو ایسا کرنے کا حق نہیں۔

دوم: امام جب قہر و غلبہ کے ذریعہ کفار کے شہروں میں سے کسی شہر پر فتح حاصل کر لے، پھر ان پر احسان کی غرض سے ان کے اموال کو انہیں کے ملک میں باقی رکھے، ساتھ ہی ان سے جزیہ بھی ساقط کر دے اور اس کو غانمین کے درمیان تقسیم نہ کرے؛ تو خواہ لشکر اس بات سے راضی ہو یا نہ ہو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت کی ان لوگوں نے فرمایا: ایسے ملک کے اموال کو غانمین کی رضامندی کے بغیر ملک والوں کے حوالے نہیں کر سکتا، ہاں اگر راضی ہوں؛ تو اجازت ہے، اور اگر راضی نہیں؛ تو اموال کو انہیں کے درمیان تقسیم کر دے۔

سوم: کفارِ مقتولین کا ہتھیارِ قاتل کو لینے کا حق نہیں ہے، ہاں اگر امام کہہ دے کہ جس نے کسی کو قتل کیا؛ تو مقتول کا ہتھیار اسی کا ہے؛ تو اب اسے لینے کا حق ہے۔ اور امامِ اعظم رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا: بغیر امام کی اجازت کے قاتل کو مقتول کا ہتھیار لینے کا حق ہے۔

چہارم: اگر کسی آدمی نے کوئی جرم کیا جس کی وجہ سے امام نے اس کی تعزیر کی، اور اس تعزیر کی وجہ سے وہ مر گیا؛ تو امامِ اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک امام پر کوئی ضمان نہیں، اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: امام پر ضمان واجب ہے۔

پنجم: اگر کسی آدمی نے امام کی اجازت کے بغیر کسی بنجر زمین کو آباد کیا؛ تو امامِ اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس زمین کا مالک نہیں ہوگا۔ اور دوسرے فقہانے فرمایا: وہ آدمی صورتِ مذکورہ میں زمین کا مالک ہو جائے گا، اسے زمین کا مالک ہونے کے لیے امام کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

ششم: اگر کسی مرد کے غلام نے زنا کیا، یا شراب پیا، یا چوری کی اور امام کے نزدیک یہ یا ان میں سے کوئی ایک بات ثابت ہوگئی؛ تو امام کو اس پر حد قائم کرنے کا حق حاصل ہے اور آقا کو اس پر حد قائم کرنے کا حق نہیں۔ اور دوسرے ائمہ جنہوں نے اس مسئلہ میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت کی انہوں نے فرمایا: ”آقا کو حق ہے کہ اس مجرم غلام پر حد قائم کرے، اس کے لیے اسے امام کی اجازت کی ضرورت نہیں۔“

ہفتم: چرائی کے مال کی زکاۃ اگر اس کے مالک نے کسی فقیر کو دے دی؛ تو امام کو حق حاصل ہے کہ وہ دوبارہ اس شخص سے زکاۃ لے۔ اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: ”صورتِ مذکورہ میں امام کو دوبارہ زکاۃ لینے کا حق نہیں۔“

ہشتم: اگر کسی نے پھینکے ہوئے بچہ کو قصداً قتل کر دیا؛ تو امامِ اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک امام کو اس قاتل سے قصاص لینے کا حق ہے۔ اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: ”اس کو قصاص لینے کا حق نہیں ہے۔“

نہم: اگر جنازہ حاضر ہوا اور لوگوں کے ساتھ ولی اور سلطان بھی ہے؛ تو سلطان کا نماز

پڑھانا اولیٰ و بہتر ہے۔ اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: ”سلطان کے بجائے ولی کا نماز پڑھانا اولیٰ و بہتر ہے۔“ ان کے علاوہ بھی بہت سارے مسائل ہیں جن میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب والیوں کے لیے احوط ہے۔

امام اعظم کا مذہب امت سے حرج کو زیادہ دفع کرنے والا ہے:

اس کے متعلق بہ طور دلیل مندرجہ ذیل سطور میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں:

اول: ’طہارات‘ اکثر لوگ دونوں طہارتوں یعنی طہارت صغریٰ و کبریٰ میں وضو کی نیت نہیں کرتے، اس صورت میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر طہارت حاصل و صحیح ہو جائے گی۔ اسی طرح حمامات میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک داخل ہونا جائز ہے، مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں؛ کیونکہ ان کے نزدیک وہ نجس ہیں۔

دوم: ’مٹی کے پکے ہوئے برتن سے پانی پینے اور اس سے وضو کرنے کی حلت، اس نوعیت کے برتن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہیں؛ کیوں کہ راکھ کے بعض اجزا اس

نوعیت کے برتن سے ملے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ ایسے برتن ہیں جن کا استعمال تمام

شہروں میں شائع ہے۔ اسی طرح کھانا و روٹی وغیرہ پکانے کے لیے ’گوبر سے آگ

روشن کرنا‘ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آگ کھانے کو ناپاک کر دیتی ہے اور امام

اعظم کے نزدیک کھانے کو نجس نہیں کرتی۔ اسی طرح ’مردار کا بال، اس کی ہڈی اور

اس کی سینگ‘ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے

ز نزدیک نجس ہے، باوجود اس کے کہ ان چیزوں کو چھلنی و چھری وغیرہ بنانے کے کام

میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح احرام میں ’نیت‘ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر سے

ملی ہوئی ہو اور اس میں امت مسلمہ پر جو حرج ہے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح

’بیاعات‘ جیسے معاطات کی بیع، بچے کی بیع و شرا، پوشیدہ چیز کی بیع جیسے اخروٹ،

خر بوزہ، انار، کھیرا، گلڑی، جو کی شراب اور جو اس کے مشابہ ہو امام شافعی رحمہ اللہ کے

ز نزدیک جائز نہیں، حالانکہ شاید ہی کوئی مسلم اس طرح کے معاملات سے بچتا ہو۔ اسی

طرح ”تنور“ جسے عود کی لکڑی سے بنایا جاتا ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہے۔ اور اسی طرح ’گیہوں‘ جب تک اس کو دھویا نہ جائے ان کے نزدیک نجس ہے۔ بہر کیف تھوڑا تامل کرنے سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان تمام چیزوں سے لوگوں کا بچنا مشکل، دشوار بلکہ حرج شدید کا باعث ہے، حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۲۲/آیت: ۷۸)

ترجمہ: ((اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔)) (کنز الایمان)



آٹھواں باب:

امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن مجید اور سنت صحیحہ پر عمل کرنے  
اور دوسرے ائمہ کا ان دونوں کی مخالفت کرنے کا بیان

یہ بھی ان کے مذہب کی ترجیح کا باعث ہے:

امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن پاک پر عمل

بعض مسائل ملاحظہ فرمائیں:

امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ شہادت قبول کرنے کے لیے دو گواہوں کا ہونا  
ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدِينَ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾ (البقرة: ۲، آیت: ۲۸۲)

ترجمہ: ((اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے۔)) (کنز الایمان)

اور امام اعظم رحمہ اللہ کے علاوہ ائمہ کے نزدیک ایک ایک گواہ و قسم شہادت کے جائز ہونے  
کے لیے کافی ہے۔

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زانی کا زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی سے  
نکاح جائز نہیں؛ کیونکہ وہ اس کی لڑکی کے حکم میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿حُرْمَتُ عَلَيْكُمْ امهاتكم وبناتكم﴾ (النساء: ۳، آیت: ۲۳)

ترجمہ: ((حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں)) (کنز الایمان)

اور دوسرے لوگوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور فرمایا: ”جب کسی نے کسی عورت سے  
زنا کیا اور اس عورت کی کوئی بیٹی ہوئی؛ تو زانی کے لیے لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔“

اسی طرح احناف کے نزدیک ذبح کرتے وقت جس جانور پر بسم اللہ شریف نہیں پڑھا گیا اس کا کھانا حلال نہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (الانعام: ۶، آیت: ۱۲۱)

ترجمہ: ((اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا۔)) (کنز الایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگرچہ جان بوجھ کر بسم اللہ شریف چھوڑ دیا ہو؛ تو بھی ان کے نزدیک اس جانور کا کھانا حلال ہے۔

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زنا کرنے والی مرد و عورت کو سو کوڑے مارے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة﴾

(النور: ۲۳، آیت: ۲)

ترجمہ: ((جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ!)) (کنز الایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ابہیں ایک سال کے لیے شہر بدر بھی کیا جائے گا۔“ اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک چور و چورنی کا صرف دونوں ہاتھ کاٹا جائے گا، اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ (المائدہ: ۵، آیت: ۳۸)

ترجمہ: ((اور جو مرد یا عورت چور ہو؛ تو ان کا ہاتھ کاٹو!)) (کنز الایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”چور و چورنی ہاتھ کاٹے جانے کے ساتھ ضامن بھی ہوں گے۔“

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم ایک آیت پڑھنے سے فرض ادا ہو جائے گا، اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فاقرأوا ما تيسر من القرآن﴾ (الزلزل: ۷۳، آیت: ۲۰)

ترجمہ: ((اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو!))

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔“



امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جان کے بدلے جان ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿النفس بالنفس﴾ (المائدہ: ۵، آیت: ۲۵)

ترجمہ: ((جان کے بدلے جان))

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب کوئی مسلم ذمی کو قتل کر دے؛ تو اس کے بدلے میں مسلم کو قتل نہیں کیا جائے گا“۔ حالاں کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

اسی طرح حرم میں پناہ لینے والے کو احناف کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن دخله كان آمنا﴾ (آل عمران: ۳، آیت: ۹۷)

ترجمہ: ((اور جو اس میں آئے امان میں ہو)) (کنز الایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ایسے شخص کو بھی قتل کیا جائے گا۔“

اسی طرح ظہار و یمین کے کفارہ میں کافر غلام یا باندی کو آزاد کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے:

﴿فتحریرو رقبة﴾ (المجادلہ: ۵۸، آیت: ۳)

ترجمہ: ((تو ان پر لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا۔)) (کنز الایمان)

آیت میں مؤمن یا مومنہ کی کوئی قید نہیں۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں: ”ظہار و یمین

کے کفارہ میں غیر مؤمن یا مومنہ کافی نہیں ہوں گے“۔ مگر یہ قول کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

اسی طرح ہمارے نزدیک سفر میں جب کہ کوئی مشقت نہ ہو؛ تو روزہ رکھنا افضل ہے،

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وان تصوموا خیر لکم﴾ (البقرہ: ۲، آیت: ۱۸۳)

ترجمہ: ((اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے۔)) (کنز الایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”روزہ نہ رکھنا افضل ہے“۔

اور یہ قول قرآن پاک کے خلاف ہے۔

اسی طرح احناف کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے:

﴿وَالنَّخِيلَ وَالْبَغَالَ وَالْحَمِيرَ لَتَرَكِبُوهَا﴾ (النحل: ۱۶، آیت: ۸)  
 ترجمہ: ((اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو)) (کنز الایمان)  
 اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے۔“  
 اور یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔



## امام اعظم رحمہ اللہ کا سنت نبویہ صحیحہ پر عمل

### کتاب الطہارات

#### مسئلہ

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ جب پانی کی مقدار دو قلعہ یا اس سے زائد ہو اور اس میں نجاست گر جائے؛ تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا، حدیث شریف میں ہے:

((إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث))

ترجمہ: ((جب پانی دو قلعہ پہنچ جائے؛ تو نجس نہیں ہوتا۔))

(سنن أبی داؤد، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما،

کتاب الطہارة، باب ما ینجس الماء، ج ۱ ص ۱۷، رقم: ۶۳)

یہ حدیث صحیحین میں نہیں ہے، لیکن احناف کے موقف کی دلیل صحیحین میں موجود

ہے، حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منه))

ترجمہ: ((تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، اور پھر اسی سے

وضو کرے۔))

(صحیح البخاری، عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ، کتاب الوضوء، باب البول فی الماء

الدائم، ج ۱ ص ۵۷، رقم: ۲۳۹، صحیح مسلم، کتاب الطہارة، باب النهی عن البول فی

الماء الراکد، ج ۱ ص ۲۳۵، رقم: ۲۸۲، ان دونوں کتابوں میں ((یغتسل)) ہی کا لفظ وارد ہے، مجھے ان

میں ((یتوضأ منه)) کا لفظ نہیں ملا، البتہ لفظ سنن الترمذی میں موجود ہے)

اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

((ثم يغتسل منه))

ترجمہ: ((پھر اسی سے غسل کرے۔))

### مسئلہ

احناف کے نزدیک جب پانی کسی پاک چیز سے مل کر اس طور پر بدل جائے کہ اس کے اطلاق کو زائل کر دے؛ تو بھی اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے، مگر بعض دیگر ائمہ کے نزدیک جائز نہیں، ان کی دلیل ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت ہے: ”آپ نے اس پانی سے وضو کرنے کو ناپسند سمجھا جس میں روٹی گل گئی ہو۔“ اور احناف کی دلیل ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث ہے، آپ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک بٹی وفات پاگئیں؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((اغسلنها بسدر واجعلن فی الاخيرة کافورا))

ترجمہ: ((اس کو بیر کی پتی سے غسل دو اور آخر میں جس پانی سے دھلو اس میں کافور

ڈال دو!))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب غسل الميت ووضوئہ بالماء والسدر، ج ۲

ص ۷۳، رقم: ۱۲۵۳، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی غسل الميت، ج ۲ ص ۶۳۶،

رقم: ۹۳۹)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک مرد کے لیے عورت کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

اس حکم کی مخالفت کرنے والے کی دلیل اس باب میں ضعیف احادیث ہیں، ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیحین میں نہیں ہے، اور احناف کی دلیل ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی

اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے، وہ کہتی ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ جنسی تھے؛ اس لیے میں نے لگن سے غسل کیا، اور اس میں کچھ پانی بچا رہ گیا، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تاکہ اس لگن سے غسل کریں؛ تو میں نے عرض کیا: میں نے اس لگن سے غسل کیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

((إن الماء ليس عليه جنابة أو لا ينجسه شيء))

ترجمہ: ((پانی پر جنابت نہیں ہوتی یا اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔))

پھر حضور ﷺ نے اسی بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(مسند احمد، ج ۲۳ ص ۳۸۶، رقم: ۲۶۸۰۲، سنن الترمذی میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک اگر پانی میں کوئی ایسا جانور مر جائے جس میں بہنے والا خون نہیں ہے؛ تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہو جائے گا، مگر اس مسئلہ کے متعلق ان کے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه كله ثم ليطرحه فإن

في أحد جناحيه شفاء وفي الآخر داء))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی پڑ جائے؛ تو پوری مکھی کو ڈبو دو، پھر

اسے پھینک دو؛ کیوں کہ اس کے ایک پنکھ میں شفا اور دوسرے پنکھ میں بیماری

ہے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(مجھے صحیح مسلم میں یہ حدیث نہیں ملی)

ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اسے ڈبو دو؛ تو وہ مر جاتی ہے، اگر کھانا ناپاک

ہو جاتا؛ تو صرف نکالنے کا حکم نہیں بلکہ کھانا پھینکنے کا حکم دیا جاتا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه ثم لينزعه فإن في

أحد جناحيه داء وفي الآخر شفاء))

ترجمہ: ((جب تم میں کسی کے برتن میں مکھی گر جائے؛ تو اس کو ڈبو دو، پھر اسے پھینک

دو؛ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا ہے۔))

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع

الذباب في شراب أحدكم، ج ۳ ص ۱۳۰، رقم: ۳۳۲۰)

### مسئلہ

مردار کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: دباغت سے پاک نہیں ہوتی، ان کی دلیل اس باب میں ضعیف حدیثیں ہیں، اور احناف کی دلیل دو حدیثیں ہیں:

(۱) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((أیما إهاب دبغ فقد طهر))

ترجمہ: ((ہر وہ چمڑا جس کو دباغت دی گئی، وہ پاک ہو گیا۔))

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی جلود المیتة إذا دبغت، ج ۳ ص ۲۲۱، رقم: ۱۷۲۸)

(۲) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ

ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے؛ تو فرمایا:

((ألا استمتعتم بجلدها)) قالوا: یا رسول الله إنها مية، قال:

((إنما حرم أكلها))

ترجمہ: ((کیا تم لوگ اس کی جلد سے نفع حاصل نہیں کرتے)) لوگوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! وہ تو مردہ ہے؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ((صرف اس کا کھانا حرام ہے۔))

امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کی اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب جلود المیتة قبل أن تدبغ، ج ۳ ص ۸۱، رقم: ۲۲۲۱، صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، ج ۱ ص ۲۷۶، رقم: ۳۶۳)

### مسئلہ

مردار کا بال، اس کی ہڈی اور اس کی سینگ پاک ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نجس ہے“۔ ان کی دلیل اس کے بارے میں ضعیف حدیثیں ہیں، اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

((إنما حرم أكلها))

### مسئلہ

احناف کے نزدیک آدمی اور ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کی منی جبکہ گیلی ہو نجس ہے اور اگر سوکھی ہو، تو پاکی کے لیے کھرچ دینا کافی ہے۔ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں: ”منی سوکھی ہو یا گیلی ہر حال میں پاک ہے“۔ اس باب میں ان کی دلیل ضعیف حدیثیں البتہ دو حدیثیں صحیح بھی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرماتی ہیں:

((كنت أفرك المنى من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم

ثم يذهب فيصلى فيه))

ترجمہ: ((میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو رگڑ کر چھڑا دیتی تھی، پھر حضور

ﷺ اسی کپڑے میں جا کر نماز ادا فرماتے۔))

امام مسلم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب حكم المنى، ج ۱ ص ۲۳۸، رقم: ۲۸۸)

مگر اس حدیث میں ان کے لیے حجت نہیں؛ کیونکہ احناف سوکھی منی کو کھرچنے سے پاکی حاصل ہونے کے قائل ہیں، کلام تو گیلی منی کے متعلق ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک شخص بطور مہمان تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو سونے کے لیے ایک چھوٹا لحاف دیا، اتفاق سے ان کو احتلام ہو گیا، احتلام کے اثر کے ساتھ لحاف بھیجنے میں حیا مانع ہوئی؛ تو مہمان نے لحاف کو پانی میں ڈبو دیا، پھر واپس بھیجا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((لم أفسد علينا ثوبنا؟ إنما كان يكفيه أن يفرقه بأصابعه وربما

فرقته من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأصابعي))

ترجمہ: ((اس نے ہمارے لحاف کو خراب کیوں کر دیا! اسے انگلیوں سے رگڑ کر چھڑا دینا ہی کافی ہوتا، میں تو کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے اپنی انگلیوں سے منی کو رگڑ کر چھڑا دیتی تھی۔))

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب فی المنی یصیب الصوب، ج ۱ ص ۱۹۸، رقم: ۱۱۶)

مخالف کے لیے اس حدیث میں بھی دلیل نہیں ہے؛ کیونکہ رگڑنے کا حکم سوکھی منی کے لیے ہے اور احناف بھی اس کے قائل ہیں، بالفرض اگر ان دونوں حدیث میں دلیل مان بھی لی جائے؛ تو یہ دونوں حدیثیں اس حدیث کے مد مقابل نہیں ہو سکتیں جو صحیحین میں ہے، اور وہ یہ حدیث ہے جس کو سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی، وہ فرماتی ہیں:

((إنها كانت تغسل المنی من ثوب رسول الله صلى الله عليه و

سلم فيخرج يصلی وأنا أنظر إلى البقع فی ثوبه من أثر الغسل))

ترجمہ: ((وہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھلتی تھیں، پھر حضور ﷺ نماز

پڑھنے کے لیے نکلتے اور میں ان کے کپڑے میں دھونے کے اثر کو دیکھتی۔))

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب إذا غسل الجنابة أو غيرها فلم يذهب أثره، ج ۱

ص ۵۶، صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب حکم المنی، ج ۱ ص ۲۳۹، رقم: ۲۸۹)



مسئلہ

پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا جائز نہیں، امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا: صحرا میں ایسے وقت استقبال قبلہ جائز نہیں ہے، اور گھر وغیرہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں: اصح یہ ہے کہ گھر میں استقبال قبلہ جائز ہے، ان دونوں کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل ہے جس کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

((رقیت یوما علی بیت حفصة فرأیت النبی صلی اللہ علیہ و

سلم علی حاجتہ مستدیر الشام، مستقبل القبلة))

ترجمہ: ((میں ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا؛ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کی طرف پیٹھ اور قبلہ کی طرف رخ کر کے قضاے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔))  
امام مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الاستطابۃ، ج ۱ ص ۲۲۵، رقم: ۲۶۶)

اور احناف کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا جلس أحدکم علی حاجتہ فلا یستقبل القبلة و لا یستدبرھا))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے بیٹھے؛ تو قبلہ کی طرف نہ رخ اور نہ ہی پیٹھ کرے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الاستطابۃ، ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۲۶۵)

اسی طرح ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، آپ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول و لكن شرقوا أو غربوا))

ترجمہ: ((پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو!))

اس حدیث کی امام مسلم اور امام بخاری رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب لا تستقبل القبلة بغائط أو بول، ج ۱ ص ۴۱،

رقم: ۱۴۴، صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الاستطابۃ، ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۲۶۴)

اور جس بات کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اس میں مخالف کے لیے کوئی دلیل نہیں؛ کیوں کہ اس حدیث میں اس بات کا احتمال ہے کہ حضور صرف اسی حالت پر بیٹھے رہے ہوں اور قضاے حاجت کا ارادہ نہ فرمایا ہو، اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت ہی کے لیے بیٹھے تھے؛ تو جس حدیث کو ہم نے ذکر کیا یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہو سکتی؛ کیوں کہ جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ متفق علیہ ہے۔

### مسئلہ

سر کا مسح ناصیہ کی مقدار واجب ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: پورے سر کا مسح واجب ہے، ان کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے:

((أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح رأسه بيده فأقبل بهما و

أدبر، بدأ بمقدم رأسه ثم ذهب بهما إلى قفاه ثم ردهما إلى

المكان الذي بدأ منه))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، دونوں ہاتھوں کو آگے اور

پیچھے لے گئے، اپنے سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا، پھر دونوں ہاتھوں کو گدی

تک لے گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو اسی جگہ واپس لے آئے جہاں سے شروع

کیا تھا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبد الله بن زيد رضی اللہ عنہ، کتاب الوضوء، باب مسح

الرأس كله، ج ۱ ص ۴۸، رقم: ۱۸۵، صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فی وضوء النبی

صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۲۳۵)

اور ہماری دلیل مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ نے فرمایا:

((أن النبي صلى الله عليه وسلم توضعاً ومسح على ناصيته، و

مسح على الخفين، العمامة))

ترجمہ: ((نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے سر کا ناصیہ کی مقدار، خفین اور عمامہ کا

مسح کیا۔))

اس حدیث کی بھی امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(مجھے صحیح البخاری میں یہ حدیث نہیں ملی۔)

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الناصیۃ، ج ۱ ص ۲۳۰، رقم: ۲۷۴)

لہذا جس حدیث سے امام احمد رحمہ اللہ نے استدلال کیا اس کو استحباب پر اور جس کو ہم

نے بہ طور استدلال ذکر کیا ہے اس کو وجوب پر محمول کیا جائے گا تا کہ دونوں حدیث کے

درمیان موافقت ہو جائے۔

### مسئلہ

سر کے مسح کی تکرار مستحب نہیں ہے، امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا: ”مسح

کی تکرار مستحب ہے“۔ ان دونوں کی دلیل یہ ہے:

((أن النبي صلى الله عليه وسلم توضعاً ثلاثاً ثلاثاً))

ترجمہ: ((نبی کریم ﷺ نے تین تین مرتبہ وضو فرمایا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اس باب میں احسن و اصح حدیث ہے۔

(سنن الترمذی، عن علی رضی اللہ عنہ، باب ما جاء فی الوضوء ثلاثاً ثلاثاً، ج ۱ ص ۶۳، رقم: ۴۴)

لیکن اس میں ان کے موقف کی دلیل نہیں؛ کیوں کہ اس میں مسح کا ذکر نہیں ہے۔

اور صحیح میں ہے: عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے تین تین مرتبہ وضو کرنے کو

بیان کیا، پھر فرمایا:

((ومسح برأسه))

ترجمہ: ((اور اپنے سر کا مسح کیا۔))

اور تعداد کا ذکر نہیں کیا۔

پھر فرمایا:

((وغسل رجلیہ ثلاثاً))

ترجمہ: ((اور اپنے پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔)) (مسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۵۵۸، رقم: ۵۵۴)

اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:

((ومسح برأسه مرة))

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء أن مسح الرأس مرة، ج ۱ ص ۴۹، رقم: ۳۴)

### مسئلہ

عمامہ اور دوپٹہ پر مسح جائز نہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: جائز ہے، ان کی دلیل روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((أن النبي صلى الله عليه وسلم توضعاً فمسح بناصيته ومسح

على العمامة))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا؛ تو سر پر ناصیہ کی مقدار اور عمامہ پر مسح کیا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح کی ہے۔

(مجھے صحیح البخاری میں یہ حدیث نہیں ملی۔)

صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الناصیۃ، ج ۱ ص ۲۳۰، رقم: ۲۷۳)

اس حدیث میں ان کے لیے عمامہ اور دوپٹہ پر جواز مسح کی دلیل نہیں ہے؛ کیوں کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناصیہ کی مقدار سر کا مسح کر لیا؛ تو اب عمامہ پر مسح اور عدم مسح دونوں برابر ہے۔

### مسئلہ

احناف کے نزدیک موٹے موزے پر مسح جائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں: ”جائز نہیں ہے“۔ احناف کی دلیل مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم توضعاً ومسح على ناصيته  
والنعلين))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے سر کا ناصیہ کی مقدار اور نعلین کا مسح کیا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، عن المغيرة بن شعبه رضي الله عنه، باب

في المسح على الجوربين و النعلين، ج ۱ ص ۱۶۷، رقم: ۹۹)

### مسئلہ

حائضہ عورت سے صرف ازار کے اوپری حصہ سے استمتاع حلال ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک فرج کے علاوہ ہر جگہ سے استمتاع حلال ہے، ان کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: عورتیں جب حائضہ ہوتیں؛ تو یہود نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ ہی ان سے مجامعت کرتے؛ اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؛ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿و يسألونك عن المحيض قل هو أذى فاعتزلوا النساء﴾ الآية۔

(البقرة: ۲۳/آیت: ۲۲۲)

ترجمہ: ((اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں۔)) (کنز الایمان)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((اصنعوا كل شيء إلا  
النكاح))

ترجمہ: ((مجامعت کے علاوہ ہر چیز کرو!))

امام مسلم اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرود ہیں۔

(صحیح مسلم، باب اصنعوا کل شیء إلا النکاح، ج ۱ ص ۲۳۶، رقم: ۳۰۲)

اور احناف کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبشر نساءہ فوق الإزار

وہن حیض))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ اپنی حائضہ عورتوں سے ازار کے اوپری حصہ سے مباشرت

فرماتے تھے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحيض، باب مباشرة الحائض، ج ۱ ص ۶۷، رقم: ۳۰۲، صحیح

مسلم، کتاب الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، ج ۱ ص ۲۳۲، رقم: ۲۹۳)



## کتاب الصلاة

### مسئلہ

نماز مغرب کے دو اوقات اول و آخر ہیں، اور امام مالک و امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ہی وقت ہے، اس باب میں ان کے دلائل ضعیف حدیثیں ہیں، اس باب میں بھی احناف کے دلائل صحیح حدیثیں ہیں، اس میں سے بعض یہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إن للصلاة أولًا وآخرًا))

ترجمہ: ((نماز کے لیے اول و آخر ہے۔))

اور اوقات کا شمار کرایا..... حدیث۔

(مسند أحمد، عن أبي هريرة رضي الله عنه، ج ۱۲ ص ۹۴، رقم: ۷۱۷۲)

اسی طرح مروی ہے: ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے اوقات کے بارے

میں پوچھا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا:

((أقم معنا))

ترجمہ: ((ہمارے ساتھ ٹھہرے رہو!))

پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پہلے دن سورج غروب ہونے کے وقت

اقامت کا حکم دیا، اور دوسرے دن شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرنے کا حکم دیا، پھر

انہیں اسی طرح عشا کی نماز کا حکم دیا..... حدیث، پھر فرمایا:

((أين السائل عن مواقيت الصلاة، الصلاة بين هذين))

ترجمہ: ((وہ سائل کہاں گیا جو نماز کے وقت کے بارے میں پوچھ رہا تھا، نماز ان

دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، عن بريدة رضى الله عنه، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة، ج ۱ ص ۲۸۶، رقم: ۱۵۲)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الوقت بين هذين))

ترجمہ: ((نماز انہیں دو وقتوں کے درمیان ہے))

(صحیح مسلم، عن أبى موسى رضى الله عنه، كتاب المساجد و

مواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس، ج ۱ ص ۴۲۹، رقم: ۶۱۳)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

((أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى كل صلاة فى وقتين))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کو دو وقتوں میں پڑھی۔))

(صحیح مسلم، عن بريدة رضى الله عنه، باب أوقات الصلوات الخمس، ج ۱ ص ۴۲۸،

رقم: ۶۱۳، مجھے اس لفظ کے ساتھ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی، حوالہ باعتبار مفہوم ہے، معرفة السنن و

الآثار بیہقی، عن جابر رضى الله عنه، جامع مواقيت الصلاة، ج ۲ ص ۱۹۸، رقم: ۲۳۷۰)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا قدم العشاء فابدأوا به قبل أن تصلوا صلاة المغرب و لا

تعجلوا))

ترجمہ: ((جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے؛ تو کھانا مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے

کھانا شروع کر دو اور جلدی نہ کرو!))

امام ترمذی نے اپنی سنن اور مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم، عن أنس رضى الله عنه، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب

كراهة الصلاة بحضور الطعام، ج ۱ ص ۳۹۲، رقم: ۵۵۷، سنن الترمذی کے الفاظ اس سے کچھ مختلف

ہیں، باب ما جاء إذا حضر العشاء و أقيمت الصلاة، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۳۵۳)



### مسئلہ

احناف کے نزدیک فجر کی نماز اجالا کر کے پڑھنا افضل ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الصلاة على وقتها))

ترجمہ: ((وقت پر نماز ادا کرنا))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبد الله رضى الله عنه، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۵۲۷، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، ج ۱ ص ۹۰، رقم: ۸۵)

لیکن اس حدیث میں ان کے لیے حجت نہیں، ہم بھی تو اسی کے موافق قول کرتے ہیں؛ کیوں کہ فجر کا وقت اسفار میں بھی ہے، نیز امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے ایک دوسری حدیث کی تخریج نہیں کی، وہ یہ ہے:

((أول الوقت رضوان الله و آخره عفو الله))

ترجمہ: ((اول وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور آخری وقت اللہ تعالیٰ کا عفو ہے۔))

(سنن الدارقطنی، عن جریر بن عبد الله رضى الله عنه، باب النهی عن الصلاة بعد صلاة الفجر، ج ۱ ص ۳۶۸، رقم: ۹۸۳)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ایک جماعت نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے، اسی طرح دیگر احادیث جو اس باب میں روایت کی ہیں ان سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث بھی ہے، آپ فرماتی ہیں:

((إن نساء من المؤمنات كن يصلين مع رسول الله صلى الله

عليه وسلم متلفعات بمروطن ثم يرجعن إلى أهليهن ما يعرفهن  
أحد من الغلس))

ترجمہ: ((مومنہ عورتیں چادر لپیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں، پھر اپنے گھروں کو لوٹتیں اور اندھیرے کی وجہ سے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔))  
اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل و

الغلس، ج ۱ ص ۱۷۳، رقم: ۸۶۷، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب

استحباب التكبير الصبح في أول وقتها، ج ۱ ص ۴۳۵، رقم: ۶۳۵)

یہ حدیث بھی ان کے حق میں کسی طرح حجت نہیں؛ کیونکہ ہم اس وقت میں نماز کے جائز ہونے کا انکار نہیں کرتے، کلام تو افضلیت میں ہے، اور اس کے متعلق اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں، اسی طرح ایک دوسری حدیث مروی ہے:

((كان ينفل من صلاة الغداة حين يعرف أحدنا جليسه))

ترجمہ: ((نبی کریم ﷺ اس وقت صبح کی نماز پڑھ کر پلٹتے جب ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان لیتا تھا۔))

امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن أبي برزة أسلمي، باب وقت العصر، ج ۱ ص ۱۱۴، رقم: ۵۴۷، صحیح

مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التكبير بالصبح في أول

وقتها، ج ۱ ص ۴۳۷، رقم: ۶۳۷)

یہ حدیث بھی مخالف کے لیے حجت نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث تو احناف کے حق میں حجت ہے۔ اور احناف کی دلیل یہ حدیث ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أصبحوا بالصبح فإنه أعظم لأجركم))

ترجمہ: ((صبح کی نماز اجالے میں پڑھو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے اجر عظیم کا

باعث ہے۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی الإسفار بالفجر، ج ۱ ص ۲۸۹، رقم: ۱۵۴)

یہ حدیث اس باب میں صریح ہے؛ اس لیے اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

### مسئلہ

نماز وسطیٰ نماز عصر ہے، امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں: ”نماز وسطیٰ نماز فجر ہے۔“ ان کی دلیل روایت کردہ یہ حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حافظوا علی الصلوات و الصلاة الوسطی و صلاة العصر))

ترجمہ: ((تمام نمازوں، نماز وسطیٰ اور نماز عصر کی حفاظت کرو!))

(سنن أبی داؤد، عن عائشة رضی اللہ عنہا، کتاب الصلاة،

باب فی وقت صلاة العصر، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۴۱۰)

اور صحیح مسلم میں ہے:

آیت نازل ہوئی:

﴿حافظوا علی الصلوات﴾ (البقرة: ۲، آیت: ۲۳۸)

و صلاة العصر۔

ترجمہ: ((تمام نمازوں اور نماز عصر کی حفاظت کرو!))

تو ہم نے اس کو پڑھا جب تک اللہ نے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا، اور

یہ آیت نازل ہوئی:

﴿حافظوا علی الصلوات و الصلاة الوسطی﴾ (البقرة: ۲، آیت: ۲۳۸)

ترجمہ: ((نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی)) (کنز الایمان)

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب الدلیل

لمن قال الصلاة الوسطی ہی صلاة العصر، ج ۱ ص ۴۳۷، رقم: ۶۲۹)

اور احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا

ہے: مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو نماز عصر پڑھنے سے روک رکھا؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((شغلونا عن الصلاة الوسطی، صلاة العصر، ملأ الله أجوافهم و

قبورهم نارا))

ترجمہ: ((مشرکین نے ہمیں نماز وسطی، نماز عصر سے مشغول رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے

پیٹ اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔))

(صحیح مسلم، عن عبد الله رضى الله عنه، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب

الدليل لمن قال الصلاة الوسطی هی صلاة العصر، ج ۱ ص ۲۳۷، رقم: ۶۲۸)

اسی طرح ایک دوسری حدیث روایت کی گئی ہے: نبی کریم ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا:

((ملأ الله بیوتهم و قبورهم نارا كما شغلونا عن الصلاة الوسطی

حتى غابت الشمس))

ترجمہ: ((اللہ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جیسا کہ انہوں نے

ہم کو نماز وسطی سے روک رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن علی رضى الله عنه، كتاب الدعوات، باب الدعاء علی

المشرکین، ج ۸ ص ۸۴، رقم: ۸۳۹۶، صحیح مسلم، عن علی رضى الله عنه، كتاب

المساجد و مواضع الصلاة، باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطی هی صلاة العصر، ج ۱

ص ۲۳۷، رقم: ۶۲۷)

### مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کی آیت نہیں ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سورہ

فاتحہ کی آیت ہے، ان سے اس مسئلہ کے متعلق دو روایتیں ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے

زودیک بسم ہر سورہ کی آیت ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کی دلیل ضعیف احادیث

ہیں جن سے حجت قائم نہیں ہو سکتی، احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ

نے فرمایا:

((قال الله تعالى: قسمت الصلاة بيني وبين عبدى نصفين، ولعبدى ما سأل وإذا قال العبد: الحمد لله رب العالمين، قال الله تعالى: حمدنى عبدى))

ترجمہ: ((اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے درمیان اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جس کا اس نے سوال کیا، جب بندہ الحمد لله رب العالمين کہتا ہے؛ تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی..... حدیث))  
اس حدیث کی تخریج میں امام مسلم رحمہ اللہ منفرود ہیں۔

(صحیح مسلم، عن أبى هريرة رضى الله عنه، كتاب الصلاة،

باب وجوب قراءة الفاتحة فى كل ركعة، ج ۱ ص ۲۹۶، رقم: ۳۹۵)

اسی طرح امام مسلم و بخاری رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت تخریج فرمائی ہے، آپ کہتے ہیں:

((صليت خلف النبى صلى الله عليه وسلم، وخلف أبى بكر، و عمر، وعثمان رضى الله عنهم، فكانوا لا يجهرون بيسم الله الرحمن الرحيم))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، یہ لوگ بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔))

(صحیح البخاری، كتاب الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، ج ۱ ص ۱۴۹، رقم: ۷۴۳،

صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة، ج ۱ ص ۲۹۹،

رقم: ۳۹۹، صحیح مسلم میں ((لا يجهرون)) کے بجائے ((لا يذكرون)) ہے، صحیح البخاری میں یہ دونوں

الفاظ مجھے نہیں ملے، اس میں ہے: كانوا يفتحون بـ (الحمد لله)

اور ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں:

”فلم أسمع أحدا منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم“  
ترجمہ: ”میں نے ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب حجة من

قال: لا يجهر بالبسملة، ج ۱ ص ۲۹۹، رقم: ۳۹۹)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

”فكانوا لا يفتحون القراءة بسم الله الرحمن الرحيم۔“

ترجمہ: ”وہ لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے قراءت شروع نہیں کرتے تھے۔“

(مسند احمد، عن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۱۷۵، رقم: ۲۰۵۵۹)

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بسم الله الرحمن الرحيم كاجهر کے ساتھ پڑھنے کے متعلق جو کچھ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا اس میں سے کوئی روایت صحیح نہیں ہے، اور اس

کے متعلق جو صحابہ کرام سے مروی ہے، اس میں سے بعض روایت صحیح اور بعض

ضعیف ہیں۔“

### مسئلہ

سورہ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح ہو جاتی ہے، امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا اس باب میں

اختلاف ہے، ان دونوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

(( لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ))

ترجمہ: (( جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھا اس کی نماز صحیح نہیں۔ ))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ، کتاب الاذان، باب وجوب

القراءة للإمام والمأموم فی الصلوات كلها، ج ۱ ص ۱۵۱، رقم: ۷۵۶، صحیح مسلم، کتاب

الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی كل ركعة، ج ۱ ص ۲۹۵، رقم: ۳۹۴)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ کی دوسری روایت میں ہے:

((فہی خداج غیر تمام))

ترجمہ: ((تو وہ نماز ناقص ہے، تام نہیں۔))

(صحیح مسلم، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، کتاب الصلاة،

باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج ۱ ص ۲۹۵، رقم: ۳۹۴)

اور احناف کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہے: نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کا

طریقہ سکھایا؛ تو فرمایا:

((کبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن))

ترجمہ: ((تکبیر کہو، پھر جو کچھ تمہیں قرآن سے میسر ہو پڑھو!))

(صحیح البخاری، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة

للإمام والمأموم في الصلوات كلها، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۷۵۷، صحیح مسلم، کتاب

الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج ۱ ص ۲۹۷، رقم: ۳۹۷)

اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ وہ قرآن پاک کے

موافق ہے، اور مخالف کی حدیث کو نفی فضیلت پر محمول کیا جائے گا۔ نیز احناف اس حدیث

کے موافق عمل کرتے ہیں، وہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا واجب مانتے ہیں اور واجب کے ترک سے

نماز فاسد نہیں ہوتی، نماز تو فرض ترک کرنے سے فاسد ہوتی ہے اور جس کو ہم نے ذکر کیا ان

کی ذکر کردہ دوسری حدیث ((فہی خداج غیر تمام)) تائید کرتی ہے، حدیث کے یہ

الفاظ اس باب میں صراحتاً اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز

ناقص ہوتی ہے، اور اس کے قائل احناف بھی ہیں، بہر حال جس کو ہم نے ذکر کیا اس پر عمل

کرنا زیادہ بہتر ہے تا کہ دونوں خبروں کے درمیان موافقت ہو جائے اور کتاب و سنت

دونوں پر ایک ساتھ عمل بھی ہو جائے۔

مسئلہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد تمام تشہد میں افضل ہے، اور وہ یہ ہے:

((التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك أيها النبي

ورحمة الله وبركاته ..... إلخ))

یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب من سمى قوما، ج ۲ ص ۶۳، رقم: ۱۲۰۲، صحیح

مسلم، کتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ج ۱ ص ۳۰۱، رقم: ۴۰۲)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ تشہد افضل ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

((التحيات المباركات الصلوات لله ..... إلخ))

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب

ہے۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء في التشهد، باب منه، ج ۲ ص ۸۳، رقم: ۲۹۰)

لہذا جس کو ہم نے ذکر کیا، اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”باب تشہد میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کی حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ اصح روایت ہے، صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔“

(سنن الترمذی، باب ماجاء في التشهد، باب منه، ج ۲ ص ۸۳، رقم: ۲۹۰)

### مسئلہ

جب رکعت کی تعداد میں شک ہو جائے؛ تو تحری کرے، اگر اس کا کوئی ظن نہ ہو؛ تو یقین پر بنا کرے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تحری نہ کرے بلکہ یقین پر بنا کرے، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا سها أحدكم في صلاته فلم يدر أو واحدة صلى أم ثنتين

فليبن على واحدة، وإن لم يدر ثنتين صلى أم ثلاثا فليبن على

ثنتين، فإن لم يدر ثلاثا صلى أو أربعا فليبن على ثلاث ويسجد

سجدتين))



ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کو نماز میں سہو ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ ایک رکعت پڑھی یا دو رکعت؛ تو ایک پر بنا کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ دو رکعت پڑھی یا تین رکعت؛ تو دو رکعت پر بنا کرے، اور اگر معلوم نہ ہو سکے کہ تین رکعت پڑھی یا چار رکعت؛ تو تین پر بنا کرے اور سجدہ سہو کرے۔))  
امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ،

باب فیمن شك فی الزیادة و النقصان، ج ۲ ص ۲۴۴، رقم: ۳۹۸)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا شك أحدكم فی صلاته فلم یدر کم صلی فلیبن علی  
الیقین))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کبھی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ کتنی رکعت پڑھی؛ تو یقین پر بنا کرے۔))  
امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کی تخریج میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، عن أبی سعید خدری رضی اللہ عنہ، کتاب المساجد

و مواضع الصلاة، باب السهو فی الصلاة، ج ۱ ص ۴۰۰، رقم: ۵۷۱)

اور احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا شك أحدكم فی صلاته فلیتحر الصواب))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے؛ تو اسے تحری کرنا چاہیے  
کہ درست کیا ہے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبد اللہ رضی اللہ، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة

حیث کان، ج ۱ ص ۸۹، رقم: ۴۰۱، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب

السهو فی الصلاة، ج ۱ ص ۴۰۰، رقم: ۵۷۲)

اور اسی پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

### مسئلہ

ٹھیک دوپہر کے وقت نفل نماز جائز نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت بھی نفل نماز خاص کر جمعہ کے دن جائز ہے، ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے:

(( کرہ الصلاة نصف النهار إلا يوم الجمعة ))

ترجمہ: (( ٹھیک دوپہر کے وقت نماز مکروہ ہے مگر جمعہ کے دن مکروہ نہیں۔ ))

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث مرسل ہے۔

(سنن أبی داؤد، عن أبی قتادة رضی اللہ عنہ، کتاب الصلاة،

باب الصلاة يوم الجمعة قبل الزوال، ج ۱ ص ۲۸۲، رقم: ۱۰۸۳)

اور اس حدیث کی اسناد میں ایک روای خلیل ہیں انہوں نے ابوقتادہ سے نہیں سنا ہے، اور احناف کی دلیل نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ وہ حدیث ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، اس کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری میں مجھے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين

وقصرها، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، ج ۱ ص ۵۶۶، رقم: ۸۳۱)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک فجر میں دعائے قنوت مسنون نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسنون ہے، اس باب میں ان کی دلیل احادیث غیر صحیحہ ہیں، اور احناف کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا بعد الركوع

يدعو على أحياء من أحياء العرب ثم تركه))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک دعائے قنوت پڑھی، جس میں عرب کے قبائل پر بددعا کی، پھر اس کو چھوڑ دیا۔))  
اس حدیث کی امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، ج ۵ ص ۱۰۵، رقم: ۴۰۸۸، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة، ج ۱ ص ۳۶۹، رقم: ۶۷۷)

لہذا دوسری غیر صحیح حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی۔

### مسئلہ

احناف کے نزدیک دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا افضل ہے، امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام احمد و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک دعائے قنوت رکوع کے بعد افضل ہے، ان کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شهرا))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھا۔))  
اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، ج ۵ ص ۱۰۵، رقم: ۴۰۸۹، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة، ج ۱ ص ۳۶۹، رقم: ۶۷۷)

اور احناف کی دلیل یہ روایت ہے: عاصم احوّل رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا: اسے رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((قبل الرکوع))

ترجمہ: ((رکوع سے پہلے پڑھی جائے۔))

تو میں نے عرض کیا: لوگوں کا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھا ہے؛ تو آپ نے فرمایا:

((کذبوا))

ترجمہ: ((ان سے غلطی ہوئی۔))

امام بخاری و مسلم نے اس روایت کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزية، باب دعاء الإمام علی من نکث عہدا، ج ۳ ص ۱۰۰، رقم:

۳۱۷۰، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب القنوت فی

جميع الصلاة، ج ۱ ص ۴۶۹، رقم: ۶۷۷)

امام شافعی رحمہ اللہ نے جو حدیث ذکر کی ہے اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں ایک مہینہ قنوت پڑھی، اور جو حدیث احناف کی مستدل ہے اس کو وتر میں قنوت پڑھنے پر محمول کیا جائے تاکہ دونوں خبروں کے درمیان موافقت ہو جائے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انس رضی اللہ عنہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت کردہ پہلی حدیث کا انکار کیا ہے۔

### مسئلہ

احناف کے نزدیک عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز اور سفر میں ناجائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سفر اور حضر دونوں میں جمع کرنا جائز ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں جائز ہے، ان دونوں حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أراد أن یرتحل قبل

أن ترتفع الشمس أخر الظهر إلى وقت العصر ثم ينزل فيجمع

بينهما، وإذا زاغت الشمس قبل أن یرتحل صلی الظهر ثم

رکب))

ترجمہ: ((جب رسول اللہ ﷺ سورج چڑھنے سے قبل سفر کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو عصر

کے وقت تک مؤخر کرتے، پھر اترتے اور دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے اور جب سفر کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا؛ تو ظہر کی نماز پڑھتے، پھر سوار ہوتے۔))

(صحیح البخاری، عن أنس رضی اللہ عنہ، کتاب الجمعة، باب إذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس صلی الظهر، ج ۲ ص ۴۷، رقم: ۱۱۱۲، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، ج ۱ ص ۴۸۹، رقم: ۷۰۴) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین صلاتین فی السفر المغرب والعشاء، والظهر، والعصر))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء ان دونوں اور ظہر و عصر ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء، ج ۲ ص ۴۶، رقم: ۱۱۰۷، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر، ج ۱ ص ۴۹۰، رقم: ۷۰۵)

مگر مخالفین کے لیے یہ دونوں حدیثیں حجت نہیں؛ کیونکہ احناف ان دونوں کے موافق قول کرتے ہیں؛ اس لیے کہ صحابی رسول نے فرمایا:

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کو عصر تک مؤخر فرماتے، پھر ان دونوں کو جمع کرتے۔))

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی نماز اول وقت میں پڑھتے تھے۔ اور وہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ بالا جماع صبح و ظہر کی نماز کو جمع کرنا جائز نہیں، اور علت ممانعت وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، اور احناف کی دلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں:

((ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاة إلا

لمیقاتها. إلا صلاتین صلاة المغرب وصلاة العشاء بجمع، و  
صلی صلاة الفجر یومئذ قبل میقاتها))

ترجمہ: ((میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھتے دیکھا، مگر دو  
نمازیں مغرب و عشا کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے، اور فجر کی نماز اس دن عادت  
کے وقت سے پہلے پڑھتے۔))

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب زیادة التغلیس بصلاة، ج ۲ ص ۹۳۸، رقم: ۱۲۸۹)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل نماز پڑھنا مسنون نہیں،  
امام احمد رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے، احناف  
کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفطر فلم یصل قبلها  
و لا بعدها))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ عید کے دن نماز پڑھی؛ تو اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی  
نماز نہیں پڑھی۔))

یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی، باب لا صلاة قبل العیدین و لا بعدها، ج ۲ ص ۴۱۷، رقم: ۵۳۷)

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

((خرج یوم عید فلم یصل قبلها و لا بعدها))

ترجمہ: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے؛ تو عید کی نماز سے پہلے اور اس کے  
بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

(سنن الترمذی، باب لا صلاة قبل العیدین و لا بعدها، ج ۲ ص ۴۱۷، رقم: ۵۳۸)

مسئلہ

احناف کے نزدیک سورج طلوع ہوتے وقت، سورج ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، احناف کی دلیل عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهانا أن

نصلي فيهن، أو نقبر فيهن موتانا))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین وقت نماز پڑھنے اور اپنے مردوں کو دفن

کرنے سے منع فرمایا۔))

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب

الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، ج ۱ ص ۵۶۸، رقم: ۸۳۱)

مسئلہ

احناف کے نزدیک جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے، اسی کے قائل امام احمد رحمہ اللہ بھی ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مکروہ نہیں ہے“۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((إذا رأيتم الجنازة فقوموا فمن تبعها فلا يقعد حتى توضع))

ترجمہ: ((جب تم جنازہ کو دیکھو؛ تو کھڑے ہو جاؤ، اور جو اس کے پیچھے چلے؛ تو نہ

بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ رکھ دیا جائے۔))

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من تبع جنازة، فلا يقعد حتى توضع، ج ۲

ص ۸۵، رقم: ۱۳۱۰، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ج ۲ ص ۶۶۰،

رقم: ۹۵۹)

مسئلہ

احناف کے نزدیک میت کی طرف سے صدقہ کرنا صحیح ہے، اور میت کو اس کا نفع بھی پہنچتا ہے، اسی کے قائل امام احمد رحمہ اللہ بھی ہیں، اور اسی طرح نماز و قراءت کے بارے میں بھی فرمایا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ احناف کی دلیل حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں اور اس وقت آپ موجود نہیں تھے؛ تو آپ نے عرض کیا:

يا رسول الله! إن أمي توفيت و أنا غائب عنها فهل ينفعها أن أتصدق عنها بشيء؟ قال: ((نعم)) قال: فإنني أشهد أن حائطي المنخرف صدقة عنها۔

ترجمہ: میری غیر موجودگی میں میری ماں وفات پا گئیں؛ تو کیا میرا ان کی طرف سے کچھ صدقہ کرنے سے ان کو فائدہ پہنچے گا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ہاں)) آپ نے فرمایا: میں اپنے منخرف والے باغ کو ان کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الإشهاد فی الوقف والصدقة، ج ۳ ص ۹، رقم: ۲۷۶۲)





## الزكاة

### مسئلہ

احناف کے نزدیک چرائی کے گھوڑوں میں زکاة واجب ہے، اور دیگر ائمہ کرام نے فرمایا: ”گھوڑوں میں زکاة نہیں“۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

((عفوت لكم عن صدقة الخيل والرقيق))

ترجمہ: ((میں نے تم سے گھوڑے اور غلام کا صدقہ معاف کر دیا))

(سنن الترمذی، عن علی رضی اللہ عنہ، باب ما

جاء فی زکاة الذهب و الورق، ج ۳ ص ۷، رقم: ۶۲۰)

اور احناف کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((و رجل ربطها تغنيا وتعففا ثم لم ينس حق الله في رقابها ولا

ظهورها فهي لذلك ستر))

ترجمہ: ((اور وہ شخص جس نے غنا و عفت کے طور پر گھوڑے کو اللہ کے راستے میں جہاد

کے لیے تیار کیا، پھر اس کی گردن و پیٹھ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں بھولا؛

تو یہ چیزیں اس کی حالت و فقر کو چھپانے والی ہیں۔))

(صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب شر الناس

و الدواب من الأنهار، ج ۳ ص ۱۱۳، رقم: ۲۳۷۱)

ہم نے جو دلیل ذکر کی وہ اولیٰ ہے؛ کیونکہ مخالفین کی حدیث کتب صحاح میں نہیں، اور

اگر ان کی حدیث کا صحیح ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے؛ تو وہ حدیث اس بات پر محمول ہوگی کہ یہ حکم

اس وقت ہے جب کہ گھوڑے تجارت و نمو کے لیے نہ ہوں۔

## الصوم

### مسئلہ

احناف کے نزدیک روزہ دار اگر بھول کر کھاپی لے؛ تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے، احناف کی دلیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((من نسی فأكل أو شرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله و  
سقاہ))

ترجمہ: ((جس نے بھول کر کھایا پی لیا؛ تو وہ اپنا روزہ پورا کرے؛ کیونکہ اسے اللہ جل  
شانہ نے کھلایا پلایا۔))  
یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسياً، ج ۳ ص ۳۱،  
رقم: ۱۹۳۳، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب أكل الناسی و شربه و جماعه لا یفطر،  
ج ۲ ص ۸۰۹، رقم: ۱۱۵۵)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک جب روزہ دار کو اپنے نفس پر قابو ہو؛ تو اس کا اپنی عورت کو بوسہ لینا  
مکروہ نہیں ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے، احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:  
((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل وهو صائم))  
ترجمہ: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عائشة رضی اللہ عنہا، کتاب الصوم، باب القبلة للصائم، ج ۳ ص ۳۰، رقم: ۱۹۲۸، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة، ج ۲ ص ۷۷، رقم: ۱۱۰۶)

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے: ایک آدمی نے اپنی عورت کا بوسہ لیا اس حال میں کہ وہ دونوں روزہ دار تھے، حضور ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((فقد أفطرا))

ترجمہ: ((ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔)) (مسند احمد، ج ۲۵ ص ۵۹۷، رقم: ۲۷۶۲۵) یہ روایت قابل حجت نہیں؛ کیوں کہ اس کی کوئی اصل ہی نہیں۔

### مسئلہ

احناف کے نزدیک پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وهو صائم))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا۔)) اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء من الرخصة فی ذلك، ج ۳ ص ۱۳۷، رقم: ۷۷۵)

اور مخالف نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے: حضور ﷺ نے فرمایا:

((أفطر الحاجم و المحجوم))

ترجمہ: ((پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔))

مگر یہ حدیث قابل استدلال نہیں؛ کیونکہ یہ ضعیف ہے۔

(سنن الترمذی، باب کراهية الحجامة للصائم، ج ۳ ص ۱۳۵، رقم: ۷۷۴)

## الحج

### مسئلہ

احناف کے نزدیک حج قرآن، حج افراد سے افضل ہے، دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ کہتے ہیں:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبى بالحج والعمرة،  
يقول: ((لبيك عمرة وحجا))

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج و عمرہ کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا، آپ کہہ رہے تھے:

((لبيك عمرة وحجا))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، باب التعمید والتسبیح التکبیر، ج ۲ ص ۱۳۹، رقم: ۱۵۵۱، صحیح

مسلم، باب فی الأفراد والقرآن بالحج والعمرة، ج ۲ ص ۹۰۵، رقم: ۱۲۳۲)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حج افراد افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أفرد الحج))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے حج افراد کیا۔))

اس حدیث کو امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، عن عائشة رضی اللہ عنہا، باب بیان وجوہ الإحرام، ج ۲ ص ۸۷۵، رقم: ۱۲۱۱)

اور احناف کی دلیل متفق علیہ ہے۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک محرم کا نکاح صحیح ہوتا ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک محرم کا عقد صحیح نہیں، احناف کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح ميمونة وهو محرم))

ترجمہ: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

فرمایا۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب تزویج المحرم، ج ۳ ص ۱۵، رقم: ۱۸۳۷، صحیح

مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم، و کراہة خطبته، ج ۲ ص ۱۰۳۲،

رقم: ۱۴۱۰)

اور امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

((لا ینکح المحرم و لا ینخطب))

ترجمہ: ((محرم نہ تو نکاح کرے اور نہ ہی نکاح کا پیغام دے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ کی اس حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح

المحرم، و کراہة خطبته، ج ۲ ص ۱۰۳۱، رقم: ۱۴۰۹)



## الشفعة

### مسئلہ

احناف کے نزدیک پڑوسی کو حق شفعة حاصل ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پڑوسی کو حق شفعة حاصل نہیں۔ احناف کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے:

((الجار أحق بصقبه))

ترجمہ: ((پڑوسی رواداری (شفعة) کا زیادہ حق دار ہے۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، عن أبي رافع رضي الله عنه، كتاب الحيل، باب في

الهبية والشفعة، ج ۹ ص ۲۷، رقم: ۶۹۷۷، مجھے یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی)

اور ان کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((الشفعة فيما لم يقسم))

ترجمہ: ((شفعة اس چیز میں ہے جو تقسیم نہ کی جائے۔))

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحیح البخاری، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما،

كتاب الشفعة، باب الشفعة فيما لا يقسم، ج ۳ ص ۸۷، رقم: ۲۲۵۷)

احناف کی حدیث اولیٰ ہے؛ کیوں کہ وہ متفق علیہ ہے۔



## الإجارة

### مسئلہ

احناف کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجم وأعطى الحجام أجرة))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوا یا اور حجام کو اجرت دی۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، کتاب الإجارة، باب خراج

الحجام، ج ۳ ص ۹۳، رقم: ۲۲۷۹، صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب حل أجرة

الحجامة، ج ۳ ص ۱۲۰۵، رقم: ۱۲۰۲)

اور اس باب میں امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں۔



## النکاح

### مسئلہ

احناف کے نزدیک نکاح کرنا نفل عبادت سے افضل ہے، احناف کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((لكن أصوم، وأفطر، وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي

فليس مني))

ترجمہ: ((لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار کرتا ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا

ہوں؛ لہذا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔))

(صحیح البخاری، عن أنس رضی اللہ عنہ، کتاب النکاح،

باب الترغیب فی النکاح، ج ۷ ص ۲، رقم: ۵۰۶۳)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نفل عبادت افضل ہے، اس باب میں ان کی دلیل

ضعیف حدیثیں ہیں۔

### مسئلہ

احناف کے نزدیک نکاح بغیر ولی کے صحیح ہو جاتا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے

زودیک صحیح نہیں ہوتا، احناف کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((الایم أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأذن فی نفسها و

إذنہا صماتہا))

ترجمہ: ((یتیمہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے، اور باکرہ عورت



سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے گی، اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔))

(صحیح مسلم، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، کتاب النکاح،

باب استئذان الشیب فی النکاح بالنطق، ج ۲ ص ۱۰۳۷، رقم: ۱۳۲۱)

اسی طرح خنسا بنت حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ان کے والد نے ان کی شادی کر دی، انہیں یہ شادی ناپسند تھی، اور وہ شیبہ تھیں:

((فرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاحها))

ترجمہ: ((تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح رد کر دیا۔))

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یجوز نکاح المکرہ، ج ۹ ص ۲۰، رقم: ۶۹۲۵)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل اس باب میں ضعیف احادیث ہیں۔

### مسئلہ

لفظ ہبہ، تمملیک اور جو اس کے ہم معنی الفاظ ہیں ان سے نکاح صحیح ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف نکاح و تزویج کے لفظ سے نکاح جائز ہے، دوسرے الفاظ سے جائز نہیں۔ احناف کی دلیل یہ ہے:

أن امرأة جاءت إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت:

يا رسول الله! جئت أهب لك نفسي، فنظر إليها رسول الله صلى

الله عليه وسلم فصعد النظر وصوبه ثم طأ رأسه۔

ترجمہ: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا

نفس آپ کو ہبہ کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، نظر کو بلند کیا، اور نظر کو

جھکا لیا، پھر اپنے سر کو نیچا کر لیا..... حدیث

اس حدیث کے آخر میں فرمایا:

((قد ملکتها بما معک من القرآن))

ترجمہ: ((جو کچھ تمہیں قرآن یاد ہے، میں نے اس کے بدلے میں اس عورت کو تمہاری ملکیت میں دیا۔))  
یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر، ج ۷ ص ۶، رقم: ۵۰۸۷، صحیح

مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، و کونہ تعلیم قرآن، ج ۲ ص ۱۰۴۰، رقم: ۱۳۲۵)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک جب ولی ان لوگوں میں سے ہو جس کو نکاح کرانے کا حق ہے، تو اس کے لیے عقد کے دونوں طرف کا ولی بننا جائز ہے، جیسے چچا کا لڑکا و معتق۔ احناف کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أعتق صفیة بنت حبی وجعل عتقها صداقها))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حبی کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر

بنایا۔))

یہ حدیث صحیحین کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من جعل عتق الأمة صداقها، ج ۷ ص ۶،

رقم: ۵۰۸۶، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة إعتاقه أمتہ، ثم یتزوجها،

ج ۲ ص ۱۰۴۵، رقم: ۱۳۶۵)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے لیے دونوں طرف سے ولی بننا جائز نہیں۔

### مسئلہ

احناف کے نزدیک جب کسی عورت کی شادی ہوئی اور اس کا مہر متعین نہیں کیا گیا، تو اس کے لیے مہر مثل ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ایسی صورت میں نکاح ہی صحیح نہیں

ہوگا۔ احناف کی دلیل علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کردہ واقعہ ہے: عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس سے کسی مرد نے شادی کی پھر وہ مر گیا، اس کا مہر مقرر نہیں تھا اور اس شخص نے اس عورت سے دخول بھی نہیں کیا تھا؛ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أرى لها مثل صداق نسائها ولها الميراث وعليها العدة فشهد  
معقل بن سنان النخعي أن النبي صلى الله عليه وسلم: ((قضى  
في بروع بنت واشق بمثل ما قضى))

ترجمہ: میں اس کے لیے مہر مثل کا حکم دیتا ہوں، اس کے لیے میراث اور اس پر عدت بھی ہے، اس پر معقل بن سنان نخعی رضی اللہ عنہ نے گواہی دی: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأة فی موت، ج ۳ ص ۲۲۲، رقم: ۱۱۲۵)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک جب مرد نے ایک عورت کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کی؛ تو باری میں دونوں برابر کی شریک ہیں اور دوسری کو باری میں کچھ بھی فضیلت نہیں دی جائے گی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”باکرہ کے لیے سات دن کی باری مقرر کر کے فضیلت دی جائے گی اور ثیبہ کی تین دن ہوگی۔“ احناف کی دلیل ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی؛ تو ان کے پاس تین دن رہے اور فرمایا:

((إنه ليس لك على أهلك هوان، فإن شئت سبعت لك، وإن

سبعت لك سبعت لنسائي))

ترجمہ: ((تمہاری وجہ سے تمہارے قبیلہ کو حقارت لاحق نہ ہوگی، اگر چاہو؛ تو تمہارے باری سات دن مقرر کرو، اگر تمہارے لیے سات دن مقرر کروں گا تو اپنی دوسری بیویوں کے لیے بھی سات دن مقرر کروں گا۔))  
 امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب قدر ما تستحقہ

البکر، والشیب من، ج ۲ ص ۱۰۸۳، رقم: ۱۳۶۰)

اور مخالف کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:  
 آپ نے فرمایا: اگر میں چاہوں؛ تو کہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لیکن انہوں نے فرمایا:  
 ((السنة إذا تزوج الرجل البکر علی امرأته أقام عندها سبعا،  
 وإذا تزوج الشیب أقام عندها ثلاثا))

ترجمہ: ((سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کے ہوتے ہوئے باکرہ سے شادی کرے؛ تو اس کے پاس سات دن رہے اور جب ثیبہ سے شادی کرے؛ تو اس کے پاس تین دن رہے۔))  
 امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی القسمة للبکر و الشیب، ج ۳ ص ۴۳۷، رقم: ۱۱۳۹)

اور جس حدیث کو ہم نے ذکر کیا وہ دو وجہوں سے بہتر ہے:

(۱) انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع نہیں ہے۔

(۲) جس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے وہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث سے زیادہ قوی ہے۔



## الطلاق

### مسئلہ

احناف کے نزدیک ایک طہر میں تین طلاق دینا بدعت و حرام ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مباح ہے۔ احناف کی دلیل یہ روایت ہے: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((مرہ فلیراجعها ثم لیمسکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم  
 إن شاء أمسک بعد و إن شاء طلق قبل أن یمس فتلک العدة التي  
 أمر الله أن یطلق لها النساء))

ترجمہ: ((اس کو حکم دو کہ وہ رجعت کرے، پھر اس کو روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے، پھر پاک ہو جائے، پھر اگر چاہے؛ تو اس کے بعد روکے رکھے اور اگر چاہے؛ تو وطی سے پہلے طلاق دیدے، یہ وہ عدت ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا۔))

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق)

الحائض بغیر رضاها، ج ۲ ص ۱۰۹۳، رقم: ۱۳۷۱)



## اللعان

### مسئلہ

احناف کے نزدیک لعان کرنے والے دونوں افراد کے درمیان فرقت حاکم کی تفریق کے بعد ہی واقع ہوگی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف شوہر کے لعان سے فرقت واقع ہو جائے گی۔ احناف کی دلیل یہ روایت ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، أنه سئل عن المتلاعنين أ يفرق بينهما، فقال: نعم: ((لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم فرق بينهما بعد أن تلاعنا))

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا: کیا ان دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں؛ (( کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے بعد ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب إحصاف الملاعن، ج ۷ ص ۵۳، رقم: ۵۳۰۶، صحیح مسلم، کتاب اللعان، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، ج ۲ ص ۱۱۳۰، رقم: ۱۳۹۳) اگر یہ کہا جائے کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( لا سبيل لك عليها ))

ترجمہ: (( تمہارے لیے عورت پر کوئی مواخذہ نہیں۔ ))

اس حدیث کا جواب یہ ہے: انہوں نے سمجھا کہ انہیں مہر کے مطالبہ کا حق ہے، اور اس کی وضاحت حدیث کی تمامیت میں ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا مال؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((لا مال لك إن كنت صدقت عليها فهو بما استحلتت من

فرجها، وإن كنت كذبت فذاك أبعد وأبعد لك منها))

ترجمہ: ((تمہارے لیے کوئی مال نہیں، اگر تو نے اس عورت کے خلاف سچ بولا؛ تو وہ

مال فرج حلال کرنے کا بدلہ ہے، اور اگر تم نے اس عورت کے خلاف جھوٹ

کہا؛ تو مال کا لوٹنا تا بدرجہ اولیٰ بعید تر ہے۔))

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب المتعة للتي لم يفرض لها، ج ۷ ص ۶۲، رقم: ۵۳۵۰،

صحیح مسلم، کتاب اللعان، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، ج ۲ ص ۱۱۳۱،

رقم: ۱۳۹۳)



## القصاص

### مسئلہ

دانت توڑنے میں بھی قصاص جاری ہوتا ہے جیسا کہ اس کے اکھیڑنے میں جاری ہوتا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دانت توڑنے میں قصاص جاری نہیں ہوتا۔ احناف کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:

أن الربيع بنت النضر عمتہ لطمت جارية فكسر سنہا ففرضوا  
عليهم الأرش فأبوا، فطلبوا العفو فأبوا فأتوا النبي صلى الله  
عليه و سلم: ((فأمرهم بالقصاص))

ترجمہ: ربیع بن نضر کی پھوپھی نے اپنی لونڈی کو طمانچہ مارا جس کی وجہ سے اس کا دانت ٹوٹ گیا، لوگوں نے اس پر قصاص مقرر کیا؛ تو سب نے انکار کر دیا، لوگوں نے معافی طلب کی اس پر بھی ان سب نے انکار کر دیا؛ تو سارے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قصاص کا حکم دیا..... حدیث)) اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الديات، باب السن بالسن، ج ۹ ص ۸، رقم: ۶۸۹۴)





## القسامة

### مسئلہ

احناف کے نزدیک حلف کھلانے میں مدعی علیہ کو قسم کھلائی جائے گی۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مدعی کو قسم کھلائی جائے گی۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تأتون بالبينة على من قتله)) قالوا ما لنا بينة، قال:

((فيحلفون)) قالوا: لانرضى بأيمان اليهود فكره رسول الله

صلى الله عليه وسلم أن يبطل دمه فوداه بمائة من ابل الصدقة۔

ترجمہ: جس نے قتل کیا ہے اس کے خلاف دلیل لے کر آؤ، لوگوں نے کہا: ہمارے

پاس کوئی دلیل نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ((پھر وہ لوگ قسم کھالیں)) ان

لوگوں نے کہا: ہم یہود کی قسم سے راضی نہیں؛ پس رسول اللہ ﷺ کو یہ ناگوار

گزرا کہ اس کا خون بے کار چلا جائے؛ اس لیے حضور ﷺ نے اس کو سواونٹ

صدقہ کی دیت عنایت فرمائی۔

امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن سهل بن أبي حثمة رضى الله عنه، كتاب الديات، باب القسامة،

ج ۹ ص ۹، رقم: ۶۸۹۸، صحیح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب القسامة، ج ۳

ص ۱۲۹۱، رقم: ۱۶۶۹)

اور صحیحین میں ہی ہے: ((مدعی کو قسم کھانے کے لیے کہا۔))

(صحیح البخاری، عن عبسة بن سعيد رضى الله عنه، كتاب الديات، باب القسامة، ج ۹ ص ۹، رقم: ۶۸۹۹، صحیح مسلم، عن رافع بن خديج رضى الله عنه، كتاب القسامة و المحاربين، باب القسامة، ج ۳ ص ۱۲۹۲، رقم: ۱۶۶۹)

اور جو ہم نے ذکر کیا وہ حضور ﷺ کے اس قول کی وجہ سے زیادہ بہتر ہے:

((البينة على المدعى واليمين على من أنكر))

ترجمہ: ((بینہ مدعی پر ہے اور قسم اس پر جس نے انکار کیا۔))

(سنن الترمذی، عن عمرو بن عاص رضى الله عنه، باب ماجاء فى أن البينة على

المدعى، ج ۳ ص ۶۱۸، رقم: ۱۳۳۱)



## الحدود

## مسئلہ

احناف کے نزدیک زنا کی حد چار مرتبہ اقرار کرنے سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے۔ احناف کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، انہوں نے کہا:

جاء ما عزا الأسلمی إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:

إنه قد زنى: ((فأعرض عنه)) ثم جاء من شقه الآخر، فقال:

يا رسول الله! إنه قد زنى: ((فأمر به في الرابعة فرجم))

ترجمہ: ما عزا اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: انہوں نے

زنا کیا ہے ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا)) پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسری

جانب سے آئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زنا صادر ہوگا ((پس چوتھی مرتبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو رجم کیا گیا۔))

(سنن الترمذی، عن أبي هريرة رضي الله عنه، باب ما

جاء في درء الحد عن المعترف، ج ۳ ص ۳۶، رقم: ۱۲۲۸)

اور صحیحین میں ہے:

فلما شهد على نفسه أربع شهادات دعاها النبي صلى الله عليه و

سلم، و قال: ((أبك جنون؟)) قال: لا يا رسول الله، قال:

((أحصنت؟)) قال: نعم يا رسول الله، قال: ((أذهبوا به فارجموه))

ترجمہ: جب انہوں نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دے لی؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

بلایا اور فرمایا: (( کیا تجھے جنون ہے؟ )) انہوں نے کہا: نہیں، یا رسول اللہ، حضور ﷺ نے پوچھا: (( کیا تم شادی شدہ ہو )) انہوں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: (( اس کو لے جاؤ اور رجم کرو! ))

(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب لا یرجم المجنون والمجنونة، ج ۸ ص ۱۶۵، رقم: ۶۸۱۵، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ج ۳ ص ۱۳۱۸، رقم: ۱۶۹۱)

### مسئلہ

احناف کے نزدیک شراب کی حد اسی کوڑے ہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چالیس کوڑے ہیں، احناف کی دلیل یہ روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ لیا؛ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أخف الحدود ثمانون))

ترجمہ: (( سب سے ہلکی حد اسی کوڑے ہیں۔ ))

تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم، عن أنس رضی اللہ عنہ، کتاب

الحدود، باب حد الخمر، ج ۳ ص ۱۳۰۰، رقم: ۱۷۰۶)

یہ حدیث صحیح ہے، اگر کہا جائے:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد نحو من أربعین))

ترجمہ: (( نبی کریم ﷺ نے چالیس کوڑے لگائے ہیں۔ ))

(صحیح مسلم، عن أنس رضی اللہ عنہ، کتاب

الحدود، باب حد الخمر، ج ۳ ص ۱۳۰۰، رقم: ۱۷۰۶)

ہم کہیں گے: یہ کسی کے لیے بہ طور تعزیر تھا؛ کیوں کہ اگر حد ہوتی؛ تو یہ حضرات چالیس

سے تجاوز نہ کرتے۔

## السیر

### مسئلہ

شیخ فانی، راہب، اندھے اور عورت قتل نہیں کیے جائیں گے، البتہ اگر لڑائی کے معاملہ میں ان کی کوئی رائے ہو؛ تو قتل کیے جائیں گے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ ہے کہ قتل کیے جائیں گے۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے: کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو مقتول پایا؛ تو رسول اللہ ﷺ نے اس قتل کو ناپسند کیا:

((ونہی عن قتل النساء و الصبيان))

ترجمہ: ((اور عورتوں و بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی النهی عن قتل النساء و الصبيان، ج ۳ ص ۱۳۶، رقم: ۱۵۶۹)



## الصید

### مسئلہ

احناف کے نزدیک اگر کتا شکار میں سے کچھ کھالے؛ تو اس شکار کو کھایا نہیں جائے گا۔ یہ حکم امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور امام مالک کے قول کے خلاف ہے۔ احناف کی دلیل عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے، آپ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكله، و إذا أكل فلا تأكل

فإنما أمسك على نفسه))

ترجمہ: ((جب تم اپنے سکھائے ہوئے کتے کو بھیجو اور وہ شکار کو قتل کر دے؛ تو تم شکار کو

کھا لو، اور جب کتا اس میں سے کھالے؛ تو تم اس کو نہ کھاؤ؛ اس لیے کہ اس

نے اس کو اپنے لیے پکڑا ہے۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الذبائح و الصید، باب صید المعراض، ج ۷ ص ۸۶،

رقم: ۵۴۷۶، صحیح مسلم، کتاب الصید و الذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة، ج ۳

ص ۱۵۲۹، رقم: ۱۹۲۹)



محدث سبط ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
 'الانتصار و الترجیح' کی یہ آخری بات ہے جس کو میں نے یہاں پیش  
 کرنے کا ارادہ کیا، میں نے ہر باب سے سارے مسائل کا احاطہ نہیں کیا ہے،  
 بلکہ صرف ہر باب سے بس گنے چنے مسائل ہی ذکر کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے؛  
 کیوں کہ مقصود ہی اختصار کے ساتھ بیان کرنا ہے تاکہ قاری کے لیے طویل  
 بحث کی وجہ سے ملال اور بار خاطر کا سبب نہ بنے، کتاب بحمد اللہ و عونہ تمام  
 ہوئی، و الحمد لله أولا و آخرا۔

ترجمہ تمام شد

19/12/2015

۱۰ بج کر ۶ منٹ



## فہرست مصادر

- (۱) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (ت ۴۶۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت
- (۲) سنن ابی داؤد، سلیمان بن الأشعث بختانی علیہ الرحمہ (ت ۲۷۵ھ) تحقیق: محمد محی الدین، ناشر: المکتبۃ العصریہ، بیروت، اجزا: ۴
- (۳) سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (ت ۲۷۳ھ) تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، ناشر: دار احیاء الکتب العربیہ، اجزا: ۲
- (۴) سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ (ت ۲۷۹ھ) تحقیق: احمد محمد شاگرد وغیرہ، ناشر: مصطفیٰ البابی الحنفی، مصر، اجزا: ۵
- (۵) سنن الدارقطنی، علی بن عمر بغدادی علیہ الرحمہ (ت ۳۵۸ھ) تحقیق: شعیب ارنؤط وغیرہ، ناشر: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت: ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۴، اجزا: ۵
- (۶) صحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ (ت ۲۵۶ھ) تحقیق: محمد زبیر، ناشر: دار طوق النجاة، بیروت، لبنان، سن طباعت: ۱۴۲۲ھ، اجزا: ۹
- (۷) صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج قشیری علیہ الرحمہ (ت ۲۶۱ھ) تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، اجزا: ۵
- (۸) مسند احمد بن حنبل، امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ (ت ۲۴۱ھ) تحقیق: شعیب الارنؤط وغیرہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت: ۱۴۲۱ھ



- (۹) مسند أبی حنیفة، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی رحمہ اللہ (ت ۲۳۰ھ) تحقیق: انظر محمد، ناشر: مکتبۃ الکوثر، الریاض، اجزا: ۱
- (۱۰) مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (ت ۱۵۰ھ) تحقیق: عبد الرحمن حسن، ناشر: الآداب، مصر
- (۱۱) المعجم الأوسط، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (ت ۳۶۰ھ) تحقیق: طارق بن عوض وغیرہ، دار الحرمین، قاہرہ، اجزا: ۱۰
- (۱۲) معرفة السنن والآثار، ابو بکر احمد بن حسین خراسانی (ت ۲۵۸ھ) تحقیق: عبد المعطی امین، ناشر: دار الوفاء، قاہرہ، اجزا: ۱۵

